وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا ٱلۡقُرۡءَانَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِن مُّدَّكِرٖ (القرآن)

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے!

جلد 10	شمارہ 10	محرّم 1438ھ	اکتوبر 2016ء

ISSN 2305-6231

نیا اسلامی سال مبارک 1438ھجری

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرِ تعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرِ تعاون: اندرونِ ملک 400 روپے، قیمت فی شمارہ 40 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَآلَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ القدر آیات 5 ، رکوع 1

سابقہ سورۃ العلق میں قرآن مجید کی سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات مذکور ہوئیں اور اس سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ اس قرآن پاک کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے 'قدر کی رات' میں نازل کیا ہے۔ (اس کو ''قدر کی رات'' دو معنوں میں کہا جاتا ہے: ایک یہ کہ اس رات میں تقدیروں کے فیصلے کیے جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ بڑی قدر و منزلت اور عظمت و شرف والی رات ہے) اس رات کی شان یہ ہے کہ یہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں فرشتے اور روح الامین حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر حکم لے کر زمین پر اُترتے ہیں اور یہ صبح طلوع ہونے تک سراسر سلامتی کی رات ہوتی ہے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ O

ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل (کرنا شروع) کیا

وَ مَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ O

اور تمھیں کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا ہے؟

لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ O

شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے

تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوۡحُ فِیۡہَا

اس میں فرشتے اور روح (الامین) اُترتے ہیں

بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ مِنۡ کُلِّ اَمۡرٍ O

اپنے پروردگار کے حکم سے ہر کام کے (انتظام کے) لیے

سَلٰمٌ ہِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ O

اس (رات) طلوعِ صبح تک (امان اور) سلامتی ہے

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡم

اذان

اک رات ستاروں سے کہا نجمِ سحر نے
آدم کو بھی دیکھا ہے کسی نے کبھی بیدار؟

کہنے لگا مریخ ، ادا فہم ہے تقدیر
ہے نیند ہی اس چھوٹے سے فتنے کو سزاوار

زہرہ نے کہا ، اور کوئی بات نہیں کیا؟
اس کرمکِ شب کور سے کیا ہم کو سروکار!

بولا مہ کامل کہ وہ کوکب ہے زمینی
تم شب کو نمودار ہو ، وہ دن کو نمودار

واقف ہو اگر لذتِ بیداریٔ شب سے
اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاک پر اسرار

آغوش میں اس کی وہ تجلی ہے کہ جس میں
کھو جائیں گے افلاک کے سب ثابت و سیار

ناگاہ فضا بانگ اذاں سے ہوئی لبریز
وہ نعرہ کہ ہل جاتا ہے جس سے دل کہسار

علامہ اقبالؔ

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

اِنَّ أُمَّتِیْ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰی ضَلَالَةٍ، فَاِذَا رَأَيْتُمُ اخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ

بے شک میری اُمت کسی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، پس جب تم اختلاف دیکھو تو تم پر لازم ہے کہ سوادِ اعظم (بڑے مجمع) کے ساتھ ہو جاؤ۔ (ابن ماجہ، عن انس رضی اللہ عنہ)

اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی أَهْلِيْنَ مِنَ النَّاسِ: أَهْلُ الْقُرْآنِ هُمْ أَهْلُ اللّٰہِ وخَاصَّتُهٗ

بے شک لوگوں میں سے کچھ اللہ تعالیٰ کے گھر والے ہیں یعنی قرآن والے (جو قرآن پاک کو سیکھتے، سکھاتے اور اس پر عمل کرتے ہیں) یہ اللہ کے گھر والے اور اُس کے خاص لوگ ہیں۔

(ابن ماجہ، عن انس رضی اللہ عنہ)

الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر للامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ

جنوبی ایشیا میں افغانستان بھارت دوستی اور پاکستان کے کرنے کا کام

انجینئر مختار فاروقی

☆ زندگی کے متحرک لمحات میں انسانوں کی طرح قوموں، ملکوں، علاقائی طاقتوں، عالمی طاقتوں اور ابلیسی قوتوں کے منصوبے ہر دم متحرک نیز اپنے مشن اور نصب العین کی طرف بڑھنے کے لیے بے چین رہتے ہیں۔ انسان 24 گھنٹے میں کچھ آرام بھی کر لیتا ہے، شراب و کباب ہو، نیند ہو، گھر اور اولاد کے مسائل ہوں، سحر خیزی اور نالہ ہائے نیم شبی ہو انسان اپنے نصب العین اور نظریات کی نسبت سے 'ON HOLD' محسوس ہوتا ہے۔ مگر کُرّۂ ارضی پر چونکہ دن اور رات کا نظام مسلسل جاری ہے لہٰذا ملکوں کی سطح پر اور ابلیسی قوتوں کی تزویراتی چالوں کی نسبت سے دنیا میں ہر وقت، ہر لمحہ، ہر جگہ اور ہر سمت ایک 'جنگ' جاری ہے جسے 'نصب العینوں' کی جنگ کہہ لیں، مفادات کی جنگ کہہ لیں، خیر و شر کی جنگ کہہ لیں بات ایک ہی ہے مختلف ذہنی سطح پر اور مختلف PLANES پر کھڑے لوگوں کا فرق ہے۔ اسی بات کو مذہبی اور آسمانی وحی کی سطح پر علامہ اقبال جو مصوّر و مفکّر پاکستان بھی ہیں، نے 'حزب اللّٰہ' اور حزب الشیطان کی جنگ کہا ہے۔ ایک طرف چراغِ مصطفوی ﷺ اور دوسری طرف شرارِ بولہبی

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی ﷺ سے شرارِ بولہبی

یعنی حق و باطل کی اس جنگ میں کوئی وقفہ نہیں آتا یہ ٹکراؤ مسلسل جاری رہتا ہے۔

☆ ایک صدی قبل کے تناظر میں دیکھیں تو جنوبی ایشیا (برطانوی ہند) کی پسی ہوئی مقہور مسلمان قوم نے بیدار ہوکر اپنے آقاؤں اور مقتدر قوتوں کے ارادوں اور مفادات کے علی الرّغم 'تقسیم ہند' کا تاریخی کارنامہ سرانجام دیا۔ اس وقت پاکستان اگر حقیقی معنوں میں تشکیل پاجاتا اور مسلم اکثریّت کے علاقے ایک نہیں کئی پاکستان بھی بن جاتے تو تاریخ کے بہاؤ کا رُخ ہی اور ہوتا۔ مغربی پاکستان، کشمیر، حیدرآباد (دکن)، ریاست جونا گڑھ اور مشرقی پاکستان چاہے بظاہر الگ ممالک ہوتے مگر ان کی عددی برتری بھی بڑی مؤثر قوت ہوتی اور آج کے سارک ممالک میں فیصلہ کن قوت کی مالک ہوتی ہے تاہم مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان کے بن جانے کے باوجود ہندو سامراج سے لے کر عالمی ابلیسی صہیونی سامراج تک کسی نے اس کو دل سے تسلیم نہ کیا۔

مسلمانوں کے اجتماعی ضمیر نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد موجودہ پاکستان کے لیے جغرافیائی، تزویراتی اور جیوپولیٹکل عوامل سے بچاؤ کے لیے اپنے قدرتی حلیف افغانستان سے تعلقات مضبوط کرنے پر نگاہ جمائی۔ دشمن، پاکستان کے جغرافیائی محل وقوع اور پاک افغان تعاون سے خائف ہی نہیں ہوا بلکہ لرز اُٹھا۔ حالات نے پاکستان کی مضبوطی کے لیے طالبانِ افغانستان کی حکومت کی صورت میں مستقبل کی اسلامی ریاست کی حفاظت کا سامان کردیا۔ ستمبر 65ء کی مشہور پاک بھارت جنگ میں ایران نے پاکستان کے ساتھ جزوی تعاون کیا جسے عالمی طاقتوں نے سمجھنے میں دیر نہیں لگائی کہ اگر پاکستان، افغانستان اور ایران مغرب کی بالادستی کے خلاف متحد ہو جائیں تو یہ مستقبل کی مضبوط عالمی طاقت ہوگی۔ جسے علامہ اقبال کی نگاہ دوربین نے بہت پہلے محسوس کرلیا تھا

طہراں ہو اگر عالمِ مشرق کا جنیوا
شاید کُرّۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

☆ جنوبی ایشیا کے حالات کا اُتار چڑھاؤ مغربی عالمی طاقتوں اور ابلیسی گٹھ جوڑ کے ساتھ گزشتہ چار دہائیوں سے اسی نقطہ پر مرکوز ہے کہ پاکستان کو کم از کم افغانستان سے کوئی قابل ذکر عملی تعاون نہ مل سکے اور مشرقی سرحد پر پہلے ہی پاکستان کا دشمن بھارت ملک موجود ہے۔

☆ حالات کے اُتار چڑھاؤ میں کیا کیا مراحل آئے ہیں اس کا بیرومیٹر (ناپنے کا آلہ) پاک امریکہ تعلقات کی تاریخ ہے۔ امریکی اہم وزیر نے آج سے دو عشرے پہلے کہا تھا کہ ہم اپنے

منصوبے کے مطابق پاکستان کو گلے لگا کر مارنے کا اہتمام کرتے ہیں اور عالمی سیاسی تنہائی (ISOLATION) سے دوچار کرتے ہیں مگر حالات ایسا پلٹا کھاتے ہیں کہ ہمیں کمزور پاکستان کو دوبارہ اٹھا کر گلے لگانا پڑ جاتا ہے۔ آج کے حالات بھی عالمی طاقتوں بشمول امریکہ اور علاقائی طاقت بھارت کی نظر سے دیکھیں تو انہوں نے داخلی اور خارجی حالات ایسے پیدا کر دیے ہیں کہ گویا پاکستان خود ہی 'ختم' ہو جائے۔

☆ افغان حکومت کی امریکی سرپرستی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ امریکہ کی بھارت نوازی بھی ہر آنکھوں والے کے لیے نوشتۂ دیوار ہے۔ بھارت میں مودی حکومت کا ہونا بھارت کے داخلی مذہبی عوامل صدیوں بعد چکر کھا کر ایسی جگہ آئے ہیں جہاں افغانستان سے کسی غزنوی، غوری یا ابدالی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس ماحول میں افغان کٹھ پتلی حکومت کے امریکی مہرے اشرف غنی کا بھارت کی گود میں بیٹھ کر پاکستان کے خلاف زہریلی زبان استعمال کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ دشمن کن منصوبوں پر عمل کر رہا ہے۔ جس سے ابلیسی صہیونی عزائم کا زائچہ (BLUE PRINT) تیار کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔

○ جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کی آمد اور ان کے حالات کو بدلنے کی جدوجہد کچھ یوں ہے:

(i) محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی آمد 711ء۔ سندھ، پنجاب اور کشمیر تک کا علاقہ فتح کر لیا۔

(ii) مسلمانوں کی اسلامی حکومت (مرکز بغداد) کے سرحدی علاقہ کے طور پر چار صدیاں گزر گئیں۔

(iii) افغانستان سے ہند پر حملہ کرنے والے اہم فاتحین و حکمران:

☆ سلطان محمود غزنوی (971ء تا 1030ء) ہند پر سترہ دفعہ حملہ آور ہوا اور آخری حملہ میں سومنات جا پہنچا (1028ء)۔ سومنات ریاست جونا گڑھ میں ممبئی سے ذرا اوپر ساحل سمندر پر واقع ہے اور ہندوؤں کا سب سے متبرّک مقام ہے۔ بت توڑ دیے گئے تھے، مندر مسمار کر دیا گیا تھا، اس کا قیمتی دروازہ سلطان محمود غزنوی غزنی لے گیا تھا اور یہ مندر 1947ء تک کھنڈر رہا یہ ریاست مسلمانوں کی ریاست رہی۔ قیامِ پاکستان کے موقع پر اس کا حکمران کراچی آ گیا اور قائداعظم کو

جونا گڑھ کا پاکستان کے ساتھ الحاق کا پیغام دیا جبکہ اس ریاست کے وزیر اعظم (اس عہدہ پر انگریز خود اپنی مرضی کا بندہ لگا تا تھا) نے نہرو کو ریاست جونا گڑھ بھارت میں شامل کرنے پر آمادگی ظاہر کی اور خود پاکستان آ گئے۔ یہ سر شاہنواز بھٹو تھے جن کی اولاد و احفاد پاکستان کی سیاست میں 'دھوم' مچائے ہوئے ہیں۔ 1947ء کے بعد حکومت ہند نے سومنات کا مندر دوبارہ شاندار انداز میں تعمیر کیا اور افغانستان کے حکمران داؤد کے دور میں سومنات کا دروازہ غزنی سے اکھاڑ کر دوبارہ لا کر سومنات کے مندر میں نصب کر دیا گیا۔ 1028ء سے 2028ء ایک ہزار سال ہونے والے ہیں شاید تاریخ اپنے آپ کو دہرا دے۔

☆ شہاب الدین غوری (1149ء۔ 1206ء)۔ شہاب الدین غوری نے محمود غزنوی کے کام کو مکمل کیا اور 1206ء میں پہلے لاہور اور بعد ازاں دہلی میں اسلامی حکومت قائم کر دی۔

(iv) یہ اسلامی حکومت تسلسل سے 1857ء تک چھ صدیاں قائم رہی۔

(v) مغلیہ سلطنت

☆ ظہیر الدین بابر: بابر نے 1526ء میں دہلی میں پانی پت کے میدان میں لڑ کر ہند کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔ بابر کے بعد ہمایوں حکمران بنا وہ نا اہل تھا شیر شاہ سوری کے ہاتھوں شکست کھا کر ایران بھاگ گیا چند سال بعد واپس آ کر حکومت حاصل کر لی۔ ہمایوں کے ساتھ 12000 کا لشکر ایران سے آیا تھا یہ سب شیعہ تھے۔ ہمایوں سے پہلے ہند میں شیعیت نہیں تھی، ہمایوں کے دور سے اس کا آغاز ہوا۔

☆ اکبر 1556ء۔ 1605ء۔ 8 سال کی عمر میں حکمران بنا، مرتد ہو گیا، دین الٰہی جاری کیا اور عالمی صہیونی مافیا کے ہاتھوں میں کھیلتا رہا۔

☆ جہانگیر 1605ء۔ 1627ء۔ نئے دین الٰہی سے توبہ کر لی، عدل و انصاف قائم کیا۔

☆ شاہ جہان 1627ء۔ 1656ء

☆ اورنگ زیب 1657ء۔ 1707ء مرہٹہ قوت سے حالت جنگ میں رہا اور اس کو ایسا دبایا کہ وہ ایک صدی تک سر نہیں اٹھا سکے۔

اس کے بعد مغل حکومت کمزور ہو گئی۔

پھر مرہٹہ قوت نے 1750ء کے وقت سر اٹھا اور تخت دہلی پر قبضہ کرنیکا منصوبہ بنایا۔

☆ شاہ ولی اللہ کے خط پر افغانستان کے حکمران کی ہند آمد

☆ والئ قندھار احمد شاہ ابدالی۔ 1761ء میں احمد شاہ ابدلی نے پانی پت کے میدان میں ایک لاکھ فوج کے ساتھ 3 لاکھ مرہٹہ قوت کا مقابلہ کر کے شکست دی اور ایک لاکھ مرہٹے قتل کر دیے (اسی مرہٹہ قوت کا نمائندہ آج کے بھارت کا حکمران 'مُو دی' ہے)

_____ علیٰ ہٰذا القیاس _____ موجودہ عالمی پس منظر میں جس کے تحت پاکستان کے گرد افغانستان بھارت گٹھ جوڑ سے شکنجہ کسا جا رہا ہے اور پاکستان کو بے بس کرنے کی پالیسی پر اندرونی اور بیرونی حالات ایسے پیدا کیے جا رہے ہیں کہ خدانخواستہ پاکستان خود ہی حالات کے جبر سے (خاکم بدہن) شکست و ریخت سے دوچار ہو جائے۔

پاکستان کے لیے کرنے کا واحد کام

پاکستان کے سیاسی حکمران، فوج، میڈیا اور عوام کے لیے درج ذیل ایک نکاتی ایجنڈے پر کام کرنیکی ضرورت ہے۔

○_____ یک نکاتی ایجنڈا

ان حالات میں ایک ہی نکتہ پر زور دینے کی ضرورت ہے اور وہ ہے افغان بھارت تاریخی حقائق ان حالات میں سلطان محمود غزنوی، شہاب الدین غوری اور احمد شاہ ابدالی کے حالات اور کارناموں کو ہر سطح پر اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

1۔ فوجی رسائل و جرائد ہوں، قومی ٹی وی، ریڈیو ہو۔ پیمرا کے تحت میڈیا اور اخبارات ہوں سب کے لئے اس مہم کو آگے بڑھانے پر زور دیا جائے۔

2۔ سرکاری محکمہ جات کی طرف سے سرکاری اشتہارات میں خصوصی طور پر غزنوی، غوری اور ابدالی کے کارناموں کی طرف اشارات شامل کیے جائیں۔

3۔ کیبل، ایف ایم ریڈیو اور جرائد میں اسی موضوع پر مضامین کو فروغ دیا جائے۔

اس یک نکاتی ایجنڈے پر کافی حد تک عمل ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ عوامی سطح پر پاکستان میں، عالمی سطح پر دنیا بھر میں اہل علم اور اہل قلم ان تاریخی حقائق سے واقف ہوں جو افغان حکمران

اور بھارت کبھی ظاہر نہیں کر سکتے اس لئے کہ یہ باتیں حقیقت ہونے کے باوجود دونوں ممالک کی 'جبری دوستی' کے خلاف ہیں۔ جو امریکہ اپنے عالمی مفادات کے لیے کرا رہا ہے اس طرح یقیناً یہ دوستی بے بنیاد ثابت ہو گی۔

اگر ہمارے سیاسی ،فوجی ، دینی ، مذہبی، تعلیمی زعماء اور قیادتیں اس نکتہ پر تاریخی حقائق عوام کے سامنے لائیں تو آج چونکہ میڈیا گلوبل ہے تو یہ بات بھارت کی عوام تک بھی پہنچے گی اور پاکستان اس طرح افغان بھارت اس مصنوعی دوستی کو تحلیل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ان شاء اللہ

آخری بات

یہ یک نکاتی ایجنڈا اہم بھی ہے اور حقیقی بھی۔اور خوش قسمتی کی بات ہے کہ ہماری سیاسی وفوجی قیادتیں اور ہمارا اجتماعی ضمیر اسی سمت میں سوچتا ہے۔ چنانچہ یہ حقیقت اسی سوچ کی مظہر ہے (اور قومیں اپنی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتیں) کہ بھارت نے میزائل بنایا تو پرتھوی میزائل نام رکھا (یہ ہندو حکمران ،غوری کے مقابل میں تھا) پاکستان نے میزائل بنایا تو 'غوری میزائل' نام رکھا کیوں؟ افغان بھارت مصنوعی دوستی کو تحلیل کرنے اور دشمنی کے عزائم کو خاک میں ملانے کا یہ واحد ممکنہ قابل عمل طریقہ ہے۔اسی طرح ہمارے سٹریٹجک ہتھیاروں کے نام ابدالی اور غزنوی کے نام پر ہونا تاریخ کا تقاضا ہے اور عوام کو تاریخ متعارف کرانا از حد ضروری ہے۔

اللہ کرے ہمارے ملک کے اربابِ حلّ وعقد،غزنوی،غوری اور ابدالی کے نام کو عام کر کے افغان بھارت دوستی کو پاکستان دشمنی کی پالیسیوں سے باز رکھنے میں کامیاب ہو جائیں اپنا قبلہ درست کر لیں اور اس طرح تاریخی بہاؤ میں اپنا منفرد مقام بحال رکھنے میں کامیاب ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ نے نظامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے بعد چراغِ مصطفوی بن کر 'خیر' کی قوت کی حتمی فتح کے ایک ذریعے (INSTRUMENT) کے طور پر پاکستان کے لیے مقدر کر رکھا ہے۔ کوئی عجب نہیں کہ 'نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر' کا موجودہ اقتصادی وسیاسی عالمی منظرنامہ (SCENARIO) اس مقدّس مقصد کے لیے تشکیل پا رہا ہو۔ وماذالك على الله بعزيز

حقیقتِ جہاد

(حصہ دوم)

مقرر: انجینئر مختار فاروقی

یہاں جو بات آئی کہ "اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمۡ" وہ پوری زندگی میں اللہ کا کہنا ماننا ہے۔ عبادت پوری زندگی کی ہے اور اللہ جو حکم دے وہ ہمیں ماننا ہے اگر آدمی یہ کہے کہ اگر اللہ یہ حکم دے گا تو مانوں گا اور اللہ یہ حکم دے تو میں نہیں مانوں گا تو یہ بندگی نہیں یہ تو اپنی مرضی کرنا ہے۔ اللہ کی بندگی یہ ہے کہ اللہ جو حکم دے اور جب حکم دے مجھے ماننا ہے۔ اللہ حکم دے کہ صبح اتنے بجے اٹھا کرو اٹھیں گے۔ تم سال کے گیارہ مہینے اپنی مرضی سے کھاتے ہو اللہ نے اجازت دی ہے سات بجے ناشتہ کرو، آٹھ بجے کرو، اتوار کو چھٹی کے دن اور LATE کرلو لیکن رمضان شریف میں اللہ نے کہا کہ ایک مہینہ ایسا ہے جس میں تمہیں سحری کے وقت کھانا ہوگا۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ آدھا گھنٹہ پہلے سحری کر لی جائے لیکن سحری کے ٹائم سے آگے نہیں جاسکتے اور دن میں بھی نہیں کھا سکتے بس غروب آفتاب کے بعد کھانا ہے۔ اللہ حکم دیتا ہے تو ہم بحیثیت مسلمان اللہ کے احکام کے پابند ہیں۔ یہ صرف روزے اور نماز کی حد تک نہیں بلکہ پوری زندگی میں کرنا ہے۔ کمانا کیسے ہے؟ کاروبار، بزنس، زمینداری، امپورٹ، ایکسپورٹ اور کئی قسم کی ملازمتیں ہیں کئی قسم کی JOB انسان کرتے ہیں ان سب میں اللہ کا کہنا ماننا ہے ہر آدمی پابند ہے۔ وزیر اعظم ہو صدر ہو چوکیدار ہو قاصد ہو نائب قاصد ہو، کہیں کام کرتا ہو مسلمان جہاں بھی ہے اسے پوری زندگی میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم ماننا ہے۔ یہ پوری زندگی میں جو ہم اللہ کا کہنا مانتے ہیں اسے ''عبادت'' کہا

جاتا ہے،ہم اللہ کی عبادت کرنے کے پابند ہیں۔ جو آدمی باقاعدگی سے نماز پڑھتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ آدھا گھنٹہ لگاتا ہے، کچھ 15 منٹ لگاتے ہیں کچھ اس سے بھی کم تو اگر ہر نماز کے لیے آدھا گھنٹہ بھی لگے تو پانچ نمازوں کے لیے 24 گھنٹے میں سے اڑھائی گھنٹے نکال دو۔ باقی ساڑھے 21 گھنٹے بھی کوئی اللہ کا حکم ہے کہ نہیں ہے؟ آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے نماز پڑھ لی ہے اب کوئی حکم نہیں ہے اب آزاد ہیں جو مرضی کرو۔نہیں۔ اللہ کے احکام پوری زندگی میں ہیں اٹھنا ،بیٹھنا،سونا، جاگنا، بیت الخلا، بیڈروم،سفر، دوستوں میں گپ شپ، کلاس روم، کمرۂ امتحان، ہر جگہ اللہ کے احکام ہیں اور ہر جگہ اللہ دیکھ رہا ہے اور ہمیں اللہ کا کہنا ماننا ہے یہ عبادت ہے۔ اور فرمایا: وَافۡعَلُوا الۡخَيۡرَ ''تم نیکی کے کام کرو۔ بھلائی کے کام کرو''۔ یہ اللہ کے احکام ہیں آپ قرآن مجید کا مزید مطالعہ کریں گے تو تفصیل سمجھ میں آجائے گی۔ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ یہ اس لیے ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ ایک کامیابی دنیا کی ہے غیر مسلم صرف دنیا کی کامیابی سمجھتے ہیں جبکہ ہم مسلمان ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ دنیا کی کامیابی بھی ہونی چاہیے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہیں آنی چاہیے اور مرنا ہے مرنے کے بعد ایک اور زندگی ہے وہاں کی بھی عزت ہونی چاہیے وہاں کی بھی کامیابی ہونی چاہیے تو ہم مسلمانوں کے نزدیک کامیابی اس دنیا کی بھی ہے اور آخرت کی بھی۔ ایک قرآنی دعا جو ہم اکثر مانگتے ہیں آپ میں سے بہت سے بچوں کو بھی یاد ہوگی رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنۡيَا حَسَنَةً وَّ فِی الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً ۔اے ہمارے ربّ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی، کامیابی، اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی۔

ہم مسلمانوں کے سامنے تو دونوں زندگیاں ہیں۔ کافر چونکہ اللہ کو، رسول کو، قرآن کو، آخرت کو مانتے ہی نہیں اس لیے وہ آخرت کی فکر ہی نہیں کرتے، بھولے ہوئے ہیں لہٰذا وہاں تو ناکامی ہی ناکامی ہوگی اس لیے کہ تیاری کر کے نہیں جائیں گے۔

اب اگلی آیت میں فرمایا گیا جو آج کا ہمارا موضوع ہے وَجَاهِدُوۡا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ دین کے یہ سارے کام آسان نہیں ہیں اس میں مخالفتیں ہوتی ہیں لہٰذا تمہیں ہمّت نہیں ہارنی بلکہ ہر حال میں یہ کام کرنے ہیں، کوئی بھی مخالف ہو، جس طریقے پر بھی ہو راستہ نکال کر اللہ کا کہنا ماننا ہوگا۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:''لَا طَاعَةَ لِمَخۡلُوۡقٍ فِیۡ مَعۡصِيَةِ

اللّٰہ‘‘ (مسند احمد، عن علیؓ) یعنی مخلوق میں سے کسی کا ایسا کوئی کہنا نہیں مانا جائے گا جس میں اللہ کی نافرمانی لازم آجائے۔ کوئی حاکم یا بڑا آدمی ایسا حکم نہیں دے سکتا اگر بالفرض کوئی ایسا حکم دے دے مثلاً کوئی کہہ دے کہ تم نے نماز نہیں پڑھی تو اس کا یہ کہنا نہیں ماننا۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ صرف نماز کے لیے اُٹھ کر جاسکتے ہو اس کے علاوہ نہیں اٹھو گے۔ بزرگ یا استاذ یہ حکم دے سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ ایسا حکم دیں جس سے اللہ کی نافرمانی ہوتی ہے تب نہیں مانا جائے گا۔ اس میں جو چیز رکاوٹ بنے گی اس کے ساتھ ہم نے کشمکش کرنی ہے جس قسم کی رکاوٹ ہوگی اسی طرح کی کشمکش ہوگی۔

ذرا توجہ فرمائیں کہ اللہ کے احکام کے سلسلے میں اگر تفصیلات میں جائیں تو دین کے بہت احکام ہیں۔ وضو کے اتنے مسائل ہیں کہ آدمی گننا شروع کردے تو بڑی تفصیل ہے۔ نماز کے بہت سارے مسائل ہیں اگر تفصیلات میں جائیں گے تو پوری کتاب بن جائے گی لیکن اگر دین کے ان احکام کا خلاصہ نکالو تو وہ کل تین ہیں۔ اللہ کے تقاضے مسلمانوں سے صرف تین ہیں:

1۔ ہر شخص کو اپنی ذاتی زندگی میں اللہ کا بندہ بننا ہے۔ ہر آدمی کی ایک PERSONAL LIFE ہے جس میں کوئی دوسرا دخل نہیں دے سکتا۔ کھانا، پینا، پہننا، اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا اور بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جن میں ہر آدمی کی اپنی پسند ہوتی ہے۔ دو بھائیوں کی پسند بھی شاید نہیں ملتی۔ کالج اور سکول میں تو سب کے لیے یونیفارم کی پابندی ہوتی ہے یکسانیت کے لیے۔ لیکن ذاتی طور پر ہر آدمی کی اپنی پسند ہوتی ہے۔ دین کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ اس ذاتی زندگی میں ہمیں اللہ کا بندہ بننا ہے۔ اس میں تو کوئی رکاوٹ ڈال ہی نہیں سکتا اگر میں فیصلہ کرلوں کہ آج کے بعد سچ ہی بولنا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت مجھ سے جھوٹ نہیں بلوا سکتی۔ میں خود ہی فیصلہ نہ کروں تو الگ بات ہے۔ اس ذاتی زندگی میں کوئی دخل نہیں دے سکتا اس لیے ہمارے پاس کوئی بہانہ بھی نہیں ہے کہ آج نماز کیوں نہیں پڑھی؟ آپ کہیں گے کہ میرا دل نہیں چاہا۔ یہی جواب ہوسکتا ہے۔ اگر فیصلہ کرلیں تو اس میں کوئی رکاوٹ ہی نہیں بن سکتا والدین، استاذ اور دوست بھی رکاوٹ نہیں بن سکتے۔ تو دین کے وہ احکام جو آپ کی اپنی زندگی (PERSONAL LIFE) سے متعلق ہیں اس میں اللہ کا بندہ بننا یہ دین کا پہلا تقاضا ہے۔

2۔ دوسرا تقاضا یہ ہے کہ ہم اسی بات کی دوسروں کو بھی دعوت دیں۔ آپ نے سچ بولنے کا

فیصلہ کرلیا ہے نیکی ، بھلائی ، خیر، خوش اخلاقی آپ نے اختیار کر لی ہے۔آپ ہی کا ایک دوست ہے وہ ایسا نہیں کرتا تو یوں نہیں کیا جائے گا کہ وہ جو مرضی کرے بلکہ اس کو بتانا بھی آپ کی ذمہ داری ہے دین کا تقاضا ہے۔آپ کا بھائی نماز نہیں پڑھتا اس کو کون بتائے گا؟ آپ ہی بتائیں گے۔ پولیس کو 15 پر فون نہیں کریں گے کہ جلدی سے پولیس بھیجیں اور وہ آ کر سمجھائے۔ جو گھر کے افراد ہیں انہیں ہی سمجھانا ہوگا جس طرح بھی سمجھائیں بڑوں کی خدمت کر کے انھیں نماز پر آمادہ کریں۔ دوستوں میں، گھر میں جہاں جہاں اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے، INTER-ACTION ہے، میل ملاپ ہے گفتگو ہوتی ہے جہاں جہاں آپ کا رابطہ ہے ان کو بھی آپ دعوت دیں گے کہ بھائی نماز پڑھنی چاہیے، سچ بولنا چاہیے، دین پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ دین کا تصوّر ہے۔اس کی وجہ بڑی واضح ہے آسان سی ہے۔مثلاً آپ نماز کیوں پڑھتے ہیں؟اس لیے کہ ہم مسلمان ہیں اور نماز نہیں پڑھیں گے تو آخرت کی زندگی میں جہنّم میں چلے جائیں گے۔ جو آدمی نماز نہیں پڑھتا آپ اس کو کہتے بھی نہیں کہ نماز پڑھو تو آپ کا خیال ہے کہ اس کو جہنم میں بھیج دیا جائے کوئی فرق نہیں پڑتا۔آپ کا بھائی نماز نہیں پڑھتا اور آپ اس کو کہتے بھی نہیں کہ بھائی نماز پڑھا کرو آپ نہیں سمجھاتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہے تو میرا بھائی، لیکن آگ میں ڈال دو کوئی پرواہ نہیں۔ دوسروں کو نیکی کی دعوت دینا یہ انسانی ہمدردی کا تقاضا ہے۔ہمیں اپنے جس دوست سے، جن گھر والوں سے جتنی محبت ہے اتنی شدت کے ساتھ ان کو بتائیں کہ نماز پڑھنی چاہیے۔ بار بار کہیں۔ دوستوں سے، گھر والوں سے، رشتہ داروں سے، بہن بھائیوں سے، گھر کے افراد سے باہر کے افراد سے جہاں جتنی محبت، جتنا تعلق بنتا ہے ان کو بتایا جائے کہ مجھے سمجھ آیا ہے کہ ہم مسلمان ہیں ہمیں نماز پڑھنی چاہیے قرآن پڑھنا چاہیے سچ بولنا چاہیے اور میں نے یہی طے کرلیا ہے آپ کا بھی فائدہ اسی میں ہے۔اس کو خوش اسلوبی سے، اچھے MANNERS کے ساتھ، اچھے دلائل کے ساتھ اس کو سمجھائیں۔ یہ دین کا دوسرا تقاضا ہے۔محمد ﷺ نے جو دین پھیلایا ہے وہ اسی جذبے سے پھیلایا ہے ورنہ وہ تو بہت اچھے انسان تھے وہ اگر یہ سمجھتے کہ میں اچھا ہوں دنیا جائے جہنم میں، وہ گھر بیٹھے رہتے کاروبار کرتے رہتے تو آج دنیا میں کوئی بھی مسلمان نہ ہوتا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ دین اسی طرح پھیلایا ہے۔اس وقت ہم یہاں جھنگ میں بیٹھے ہیں یہاں سے مدینہ اور مکہ

تقریباً چار ہزار میل دور ہے، رسول اللہ ﷺ وہاں تھے اگر ان میں یہ جذبہ نہ ہوتا تو آج چودہ سو سال بعد ہم مسلمان نہ ہوتے۔ انہوں نے قربانی دی، وقت نکالا، محنت اور کوشش کی، ایثار کیا کہ دوسروں کو بتانا ہماری ذمہ داری ہے۔ انہوں نے کسی کو بتایا پھر آگے کسی نے بتایا پھر آگے چودہ سو سال بعد آج ہم مسلمان ہیں اور اس پر ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اسی طرح آج یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ جیسے پہلے اگر کوئی ہمیں نہ بتاتا تو اس کی کوتاہی شمار ہوتی آج ہم آگے نہیں بتائیں گے تو ہماری کوتاہی شمار ہوگی۔

دین کا تیسرا تقاضا یہ ہے کہ اس کام میں جو بھی کوئی رکاوٹ بنے اُس سے اسی درجے میں ہمیں RESIST کرنا ہے۔ پہلے تو بات سمجھانے کی ہے، کوئی گفتگو کرنا چاہے DEBATE کرنا چاہے تو DEBATE کریں گے، کوئی اسلام کے خلاف مضمون لکھے گا ہم اس کا جواب لکھیں گے، کوئی میدان میں آجائے گا کہ چلو ادھر فیصلہ ہوگا تو ہم بھی میدان میں آجائیں گے۔ یہ دین کا تیسرا تقاضا ہے۔

دین کا پہلا تقاضا ہر مسلمان سے یہ ہے کہ وہ اپنی ذاتی زندگی میں اللہ کا بندہ بنے۔ دوسرا تقاضا یہ ہے کہ دوسروں کو بھی اسی بات کی دعوت دے۔ اور تیسرا تقاضا یہ ہے کہ اس کے راستے میں جو رکاوٹ ہو اس کو دور کر کے دین پر بہر صورت عمل کیا جائے۔

دین کے ان تین تقاضوں کے حوالے سے جہاد کے جو مراحل ہیں یا درمیان میں جو رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں وہ بھی مختلف قسم کی ہیں۔ جب کوئی نوجوان، کوئی بوڑھا، کوئی عورت، کوئی مرد یہ فیصلہ کرلے کہ مجھے دین پر چلنا ہے تو تین قسم کی رکاوٹیں آجاتی ہیں پہلے کچھ نہیں ہوتا جیسے ہی آپ نے فیصلہ کیا تین قسم کی رکاوٹیں آپ کے سامنے آجائیں گی۔ پہلی رکاوٹ انسان کے اپنے اندر کوئی قوت ہے خیالات ہیں جو آدمی کو نیکی سے روکتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَنَفْسٍ وَّ مَاسَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کو نیکی کی بھی تعلیم دی ہے اور برائی کی بھی تعلیم دی ہے۔ اس کو تمیز ہے کہ یہ اچھا کام ہے یہ برا کام ہے۔ ...... ہر انسان کے اندر کوئی قوت ایسی ہوتی ہے، جسے ہم نفسیات یا PSYCHOLOGY کہتے ہیں، جو آدمی کو نیکی کی طرف نہیں جانے دیتی، برائی کی طرف لے کر جاتی ہے۔ اندر ہی کوئی جگہ

ہے بڑے ہو کر آپ کو اس کا اندازہ ہو گا ایک خیال اندر سے ہی آتا ہے جب اذان ہو جائے کہ نماز پڑھنی چاہیے اور اندر سے ہی تھوڑے سے فاصلے پر کوئی جگہ ہے جہاں سے خیال آتا ہے کہ چھوڑو یار، کون دیکھ رہا ہے سو جاؤ۔ اگر آپ اُٹھ کھڑے ہوں کہ نماز پڑھنی ہے اس منفی سوچ پر قابو پالیں گے تو آپ کامیاب ہو گئے۔ وہ قوت آپ کا بازو نہیں پکڑ سکتی کہ یہ کام نہ کرو لیکن اندر سے مداخلت ضرور ہوتی ہے خیال ضرور آتا ہے کہ یہ کام نہ ہی کیا جائے تو اچھا ہے کون دیکھ رہا ہے۔ یہ نفس انسانی ہے۔

نیکی کے راستے پر چلنے میں سب سے پہلی مخالفت انسان کے اندر ہے، باہر نہیں ہے باہر کسی کو پتہ ہی نہیں چلے گا۔ آپ فیصلہ کر لیں کہ نماز پڑھنی ہے پھر ٹھنڈے موسم میں فجر کی نماز کے لیے گرم گرم بستر چھوڑیں، وضو کریں، مسجد میں جائیں اس کے لیے بھی ہمت درکار ہے کوئی آپ کو تھوڑی تھوڑی دیر بعد روکے گا پھر روکے گا۔ یہ چیز انسان کے اندر سے مخالفت کرتی ہے۔ آپ کو اس کے ساتھ جہاد کرنا ہے۔ اس کو دین کی اصلاح میں کہا جاتا ہے ''جہاد مع النفس''۔ اپنی نفسانی خواہشات کے خلاف جہاد کرنا۔ ہر آدمی سہولت پسند ہے کہ میں آرام سے لیٹا رہوں مجھے کوئی کچھ نہ کہے جب اسی کی مخالفت ہوگی تو آدمی کے اندر خیالات تو آئیں گے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اللہ نے کوئی چیز ہر انسان کے اندر ایسی بنائی ہے کہ سب سے پہلی مخالفت نیکی کے راستے پر چلنے میں ہر انسان کے اندر سے ہوتی ہے۔ چاہے پانچ سال کا چھوٹا بچہ بھی کہیں بیٹھا ہو اس کو کوئی کہے کہ اُٹھو یہاں سے۔ تو وہ بھی مزاحمت کرتا ہے کہ کیوں اُٹھوں۔ اسی طرح کسی کو کوئی بھی کام کرنے کو کہا جائے تو خیال ہوتا ہے کہ مجھے کیوں کہا۔ اسی طرح اللہ کے احکام بھی چونکہ ابتداء میں تربیت کی کمی کی وجہ سے انسان کی مرضی کے خلاف محسوس ہوتے ہیں لہٰذا رکاوٹ پیدا ہوتی ہے کہ مجھے کیوں اُٹھا رہے ہیں کہ وضو کرو اور نماز کے لیے چلو۔ تو یہ RESISTANCE ہوگی۔ پہلی RESISTANCE انسانی ذات کے اندر سے ہوتی ہے لہٰذا جہاد کا پہلا مرحلہ بھی اسی نفس انسانی کے اندر کی اس سوچ کے خلاف ہے۔ یہ جنگ انسان کے اندر ہوتی ہے باہر ساتھ بیٹھے ہوئے کو بھی پتہ نہیں چلتا کہ اس کے اندر کیا جنگ ہو رہی ہے۔ اور یہ معاملہ ہر چھوٹے بڑے، جوان اور بوڑھے کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا: اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ ۔سب سے بڑا

مجاہدوہ ہے جس نے اپنے نفس کے خلاف جہاد کیا یعنی اندر سے جو خیالات آتے ہیں ان کو روکا۔ روز لگا کر اور اپنے نفس کو قابو کر کے اللہ کی اطاعت اور بندگی میں لگا دینا ضروری ہے ورنہ انسان نماز بھی نہیں پڑھ سکتا اور بڑے کام کیا کرے گا۔ غالب ایک شاعر گزرا ہے اس کا شعر ہے کہ

جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زہد ؎
پر طبیعت ادھر نہیں آتی

کہنے کو تو ہر آدمی سمجھتا ہے کہ نماز بہت اچھا کام ہے اور قرآن پڑھنا بہت ہی اچھا اور ثواب کا کام ہے لیکن کرنا ہو تو بڑا مسئلہ ہے۔ رکاوٹ کوئی نہیں بنتا سوائے اندر کے نفس کے، کہ کون اُٹھے اور وضو کرے۔ اس قوت کے خلاف مزاحمت کرنا اور اپنے آپ کو اُٹھانا کہ یہ میں نے کرنا ہے ہمت کرنا یہ جہاد مع النفس ہے۔ اور یہ جہاد سب سے پہلا جہاد ہے۔ کافروں کے خلاف جہاد تو بہت بعد میں آئے گا۔ پہلے خود اللہ کے احکام کے پابند تو بنو۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ ہمارے دین کے تین فرائض ہیں: پہلا یہ کہ انفرادی زندگی میں اللہ کا بندہ بننا اور دوسرا اسی کی دوسروں کو دعوت دینا اور تیسرا لڑائی کی نوبت آ جائے تو لڑائی بھی لڑنا۔

پہلا جو فرض ہے کہ اپنی ذاتی زندگی میں اللہ کا بندہ بننا اس میں تین طرح کی رکاوٹ ہوتی ہے۔ سب سے پہلا اپنا نفس ہے اندر خیالات آتے ہیں کہ ایسا نہیں کرنا۔ اگرچہ وہ خیالات اتنے طاقتور نہیں ہوتے کہ آپ کو روک دیں لیکن وہ رکاوٹ بنتے ہیں آپ کو ہمت کرنی پڑتی ہے۔

دوسری رکاوٹ جیسا کہ قرآن مجید میں اور حدیث میں بھی ہے کہ جب حضرت آدم کو پیدا کیا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور جنوں کو حکم دیا کہ اس کو سجدہ کرو۔ تو جنوں میں سے ایک فرد تھا جس کو بعد میں بڑا شیطان کہا گیا، اُس نے سجدہ نہیں کیا۔ اللہ نے اُس کو دھتکار دیا پھر اُس نے چیلنج کر دیا کہ اے اللہ! میں اِس آدم کی وجہ سے دھتکارا گیا ہوں تو مجھے زندگی دے دے میں ثابت کر دوں گا کہ یہ مجھ سے بہتر نہیں تھا۔ اُس وقت سے دنیا میں خیر اور شر کی جنگ چلی آ رہی ہے۔ کچھ قوتیں نیکی کی ہیں اور کچھ قوتیں بدی کی۔ نیکی کی قوتیں چاہتی ہیں کہ نیکی پھیلے اور بُرائی کی قوتیں چاہتی ہے کہ بُرائی بے حیائی، سینما، چوری ڈکیتی وغیرہ عام ہو جائے۔ اس بڑے شیطان نے مہلت مانگی تھی کہ اے اللہ! تو مجھے قیامت تک کی زندگی دے دے۔ اللہ نے اس کو زندگی دی

ہوئی ہے۔حضورﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ اللہ نے ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان لگا دیا ہے۔تاکہ انسان کے اندر ایک مقابلے کی کیفیت رہے۔مقابلہ نہ ہو تو انسان آگے بڑھ ہی نہیں سکتا۔انسان نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی قوت اس کو اس سے روکتی ہے۔اچھا انسان اس کا مقابلہ کرتا ہے جہاد کرتا ہے اور کامیاب ہو جاتا ہے۔کسی صحابی نے بڑی ہمت کی اور آپﷺ سے پوچھ لیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ فرما رہے ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان لگا دیا گیا ہے تو کیا آپ کے ساتھ بھی ہے؟ حضور نے فرمایا: ہاں میرے ساتھ بھی ہے۔یعنی حضور کو بھی جبر کرنا پڑتا تھا۔حضورﷺ نے فرمایا: میں نے کوشش کر کے اُس شیطان کو اپنا مطیع بنالیا ہے، وہ مجھ سے غلطی نہیں کرا سکتا۔حضورﷺ نے تو محنت کی تھی ہم نے تو محنت نہیں کی ہوئی بلکہ ہم سوچتے بھی نہیں ہیں۔ہم نیکی کا کام کرنا چاہتے ہیں تو وہ ہم سے غلطیاں کرا دیتا ہے۔دوسرا جہاد بھی اندر موجود اس شیطان سے ہے۔یہ کوئی طاقت ہے جو انسان کو ورغلاتی رہتی ہے۔قرآن مجید کی آخری سورۃ میں ہے: اَلَّـذِیُ یُوَسُوِسُ فِیُ صُدُوُرِ النَّاسِ مِنَ الجِنَّةِ وَ النَّاس ۔شیطان کا انسان پر اتنا زور نہیں ہے کہ بازو پکڑ کر کہے کہ تمہیں مسجد نہیں جانا دینا، لیکن وہ دل میں وسوسے ضرور ڈالتا ہے۔ جب گھر سے کوئی نماز کے لیے نکلتا ہے تو راستے میں شیطان روکنے کے لیے راستہ بلاک نہیں کر دیتا کہ نہیں جانے دینا اس طرح تو آدمی اس سے لڑ جائے گا کہ تو کون ہوتا ہے۔وہ بس دل میں خیال ڈالتا ہے کہ یہ ہوٹل میں کرکٹ کی کمنٹری لگی ہوئی ہے اس کو ذرا سُن لو اس کے بعد چلے جانا۔آدمی وہاں کھڑا ہوتا ہے تو نماز نکل جاتی ہے۔تو یہ شیطان آدمی کو کچھ اور مشغولیات دینے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ نیکی نہ کر سکے۔قرآن نے فرمایا ہے، حضورﷺ نے فرمایا ہے تو شیطان یعنی ایک شر کی قوت بہر حال موجود ہے۔دوسرا جہاد اس کے خلاف ہے۔جسے جہاد مع الشیطان کہتے ہیں۔اپنے اندر کے شیطان کو قابو کرنا کہ وہ غلطی نہ کرا سکے۔

تیسرا جہاد۔اگر آپ اللہ کا بندہ بننا چاہتے ہیں تیسرا جہاد بھی کرنا ہے۔کوئی آدمی فیصلہ کر لے کہ دین پر چلنا ہے تو امریکہ میں جو لوگ رہتے ہیں وہ بعد میں مخالفت کریں گے پہلے اپنے دوست، پڑوسی اور گھر والے مخالفت کریں گے کہ بڑا نمازی بن گیا ہے جی، بڑا دیندار ہو گیا ہے جی۔ لہٰذا اپنے معاشرے کے خلاف بھی جہاد کرنا ہے۔جو دوست، محلے دار، برادری والا اور معاشرے

میں جو بھی مخالفت کرے گا اس کے ساتھ ہمیں گفتگو کرنی ہے اس کو بھی سمجھانا ہے اس کی بات نہیں مانی۔ تیسرا جہاد معاشرے کے خلاف ہے جہاں ہم مل جل کر رہتے ہیں برادری ہے کنبہ ہے قبیلہ ہے۔ نماز تو اللّٰہ کا حکم ہے اگر کوئی اس پر تبصرہ کرے کہ یار تو عجیب آدمی ہے نمازی بن گیا ہے تو تو بالکل مولوی ہی بن گیا ہے تو اس تبصرے سے ہم نے DISCOURAGE نہیں ہونا بلکہ اس کا جواب دینا ہے اس کو سمجھانا ہے اس کے ساتھ گفتگو کرنی ہے اس کو قائل کرنا ہے۔ اس لیے کہ اُس کا فائدہ بھی اسی میں ہے۔ آخرت تو یقینی ہے۔ کسی کے انکار کرنے سے آخرت ختم تو نہیں ہو جاتی۔ اس کا فائدہ بھی اسی میں ہے لیکن اس کو سمجھ میں نہیں آئی مجھے سمجھ آ گئی ہے۔ تو ہمدردی کے ساتھ اس کو بھی سمجھانا ہے لیکن نہ مانے تو اس کے ساتھ مزاحمت کرنی ہے نہ کہ اس کا ہم خیال بن جانا۔

دین میں جو پہلا کام فرض ہے یعنی اپنی ذاتی زندگی میں اللّٰہ کا بندہ بننا۔ اس میں یہ تین مخالفتیں ہیں: ایک اپنا نفس، دوسری شیطان ہے اور تیسری اپنے دوست احباب معاشرہ سوسائٹی مخالفت کرتی ہے۔ تینوں کے خلاف انسان کی مزاحمت کا نام جہاد ہے۔

دوسرا دین کا کام ہے کہ جس اچھے دین کو ہم نے اختیار کر لیا ہے، اللّٰہ تعالیٰ ہمیں، ہمارے والدین، ہمارے بہن بھائیوں، ہمارے پڑوسیوں اور دوستوں سب کو توفیق دے کہ ہم ہر حال میں دین کے احکام کے مطابق زندگی گزاریں، دوسروں کو بھی اسی دین کی دعوت دینا۔ اس میں بھی رکاوٹیں آئیں گی۔ ہم خلا میں تو نہیں رہتے اسی شہر میں شراب کی دکانیں بھی ہیں، بھنگ کی دکانیں بھی ہیں، ہیروئن بھی بکتی ہے، بُری سے بُری فلمیں بھی ملتی ہیں، بُرے لوگ بھی موجود ہے بے نماز بھی ہیں سینما بھی ہیں برائی کے اڈے بھی ہیں جوا خانے بھی ہیں، اسی معاشرے میں عیسائی بھی بستے ہیں اور غیر مسلم بھی بستے ہیں قادیانی بھی اسی معاشرے میں ہیں۔ کوئی بندہ یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ میں نے اللّٰہ کے دین کی دوسروں کو دعوت دینی ہے تو اس سطح پر بھی مخالفت ہوگی۔ باطل نظریات سے مقابلہ کرنا ہوگا۔ دین کے خلاف مغرب کے کچھ نظریات ہیں مثلاً ڈارون یا فرائڈ کی تھیوری ہے، بعض اور مسائل جو اسلام سے ٹکراتے ہیں مغرب ان کو پھیلاتا ہے ہمارے دین کا تقاضا ہے کہ اس کی نفی کی جائے۔ اسی طرح ہمارے شہر میں بھی کچھ عیسائی مشنریز کام کر رہی ہیں۔ وہ ایسے تو نہیں ہیں کہ آپ انہیں روک کر سمجھائیں گے کہ قرآن میں تو یوں لکھا ہے اور وہ مان

جائیں گے، ہو ہی نہیں سکتا۔ ان کو تو وہاں سے تنخواہیں آتی ہیں THEY PAID FOR IT۔ انہوں نے طے کر رکھا ہے کہ اگر گفتگو ہوگی بھی تو ماننا نہیں ہے بس۔ لہٰذا اس کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ وہ کوئی لٹریچر وغیرہ دے جائیں گے تو آپ کو اپنے آپ کو بھی، اپنے گھر والوں کو، دوستوں کو بچانے کے لیے اور ان کے اثرات زائل کرنے کے لیے 'جہاد' کرنا ہوگا۔ یہ قلمی جہاد ہے مضمون لکھ دینا کتاب لکھ دینا تقریر کر دینا گفتگو کو دینا DEBATE کر دینا یہ یہاں تک محدود ہے۔ آپ دوسروں کو دین کی دعوت دے رہے ہیں کوئی مخالفت کر رہا ہے اس کے ساتھ گفتگو کریں، اس کو دلائل سے سمجھائیں۔

قرآن مجید میں سورۃ الفرقان میں مذکور ہے کہ مکہ میں جو لوگ مسلمان تھے وہ کافروں کو دین کی دعوت دے رہے تھے کہ اللہ ایک ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ اس کے جواب میں کافر بہت سی باتیں بناتے ہوں گے۔ تو اللہ نے مسلمانوں سے کہا یہ ہے: وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا اے مسلمانو! تم اس قرآن کے ذریعے سے جہاد کرو۔ دلیل سے جہاد کرو۔ یہ بھی جہاد ہے مجاہدہ ہے۔ دلیل کا جواب دلیل سے دو، ان کی دلیل کو قرآن کی دلیل سے کاٹ دو، قرآن مجید کی دلیل زیادہ وزنی ہے۔ تو گفتگو کے میدان میں بھی جہاد ہے۔ اسی لیے 'قلمی جہاد' کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے۔ کسی نے کوئی مضمون لکھ دیا ہے بے حیائی پھیلانے کے لیے۔ اس کے جواب میں کسی نے دلائل کے ساتھ مضمون لکھا ہے جس سے اُس کی نفی ہوگئی تو اس کو قلمی جہاد کہا جاتا ہے۔ کوئی آدمی شہر میں آئے اور کوئی ایسی تقریر یا پروگرام کر کے چلا جائے جس سے بے حیائی پھیل گئی یا تذکرے ہو رہے ہیں تو اس کے خلاف کسی اور کو بلا کے تقریر کروا دینا یہ 'لسانی جہاد' اور 'زبانی جہاد' کہلائے گا۔

ہمارے عالمی معاشرے میں پرانے زمانے کے نظریات بھی موجود ہیں بت پرستی، قبر پرستی وغیرہ جو کہ شرک ہے اور مغرب کے جدید نظریات بھی گمراہ کن ہیں۔ معاشرے میں ایسے لوگ آپ کو ملیں گے آپ نیکی کی دعوت دینا چاہیں گے وہ آگے کوئی بات کھڑی کر دیں گے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو ہم نے وقت کے ساتھ ساتھ اپنی عمر کے تقاضے کے مطابق ان باتوں کو بھی سمجھنا ہے۔ ہم نے اپنی زندگی میں اللہ کا بندہ بننا ہے اور دوسروں کو دین کی دعوت دینی ہے۔ اس

راستے میں سب سے بڑا جو کام کرنا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایک بے عملی ہے اس کے خلاف جہاد کیا جائے۔ آپ بازار چلے جائیں، مارکیٹ چلے جائیں، اسٹیشن چلے جائیں معاشرے میں بے شمار لوگ ملیں گے جو نماز نہیں پڑھتے۔ وہ ہماری طرح کے مسلمان ہیں۔ آپ انہیں دعوت دیں وہ کہیں گے: جی میرا تو پیر بڑا کامل ہے اس نے کہہ رکھا کہ نماز کی کچھ ضرورت نہیں وہ مجھے بخشوا کے لے جائے گا۔ دوسرا کچھ اور کہہ دے گا تیسرا کچھ اور کہہ دے گا۔ صاف ظاہر ہے اگر کوئی آدمی نماز پڑھے بغیر اپنے آپ کو سمجھنے لگ جائے گی میں بخشا جاؤں گا جنت میں جاؤں گا آپ اسے نماز کا کہیں گے تو وہ کہے گا کہ میں یہ فضول کام کیوں کروں میں تو پہلے بخشا ہوا ہوں کسی اور کو جا کر دعوت دو۔ یہ بے عملی کسی وجہ سے جس کے ذہن میں بیٹھ گئی ہے اس کو سمجھانا سب سے مشکل کام ہے۔ جو آدمی دین سے ویسے ہی دور ہے اسے سمجھانا آسان ہوتا ہے لیکن جو سمجھتا ہو کہ میں تو بخشا ہوا ہوں وہ چاہے سینما چلا رہا ہو اور بھنگ اور افیوں کا ٹھیکہ چلا رہا ہو تب بھی سمجھے گا کہ میں بخشا ہوا ہوں تو ایسے آدمی کو سمجھانا تقریباً ناممکن ہے۔ بہر حال یہ بھی کرنا ہے۔ یہ بے عملی کے خلاف جہاد ہے۔ ایک آدمی کچھ نہیں کر رہا لیکن سمجھ رہا ہے کہ میں بخشا ہوا ہوں تو یہ بات دین کے خلاف ہے۔ محمد ﷺ نے بھی عربوں کی ایسی بے عملی کے خلاف جہاد فرمایا تھا۔۔

دین کا تیسرا کام یہ ہے کہ کچھ طاقتور قوتیں اور حکومتیں بھی اللّٰہ کے دین کی مخالف ہوتی ہیں ان کے ساتھ جہاد کے لیے میدانِ جنگ میں جانا پڑے تو جانا ہے۔ عام طور پر ہم جنگ کے معنی میں 'جہاد' کا لفظ بول دیتے ہیں وہ یہ اونچے درجے کا جہاد ہے۔ اس پر میں زیادہ وقت نہیں لگاؤں گا......۔ اب ہماری حکومت ہے۔ ہم سارے مسلمان ہیں، آئین میں دیکھو تو لکھا ہے اسلام یہ چاہتا ہے۔ لیکن ہمارے بہت سارے حکمران شاید عید بھی نہیں پڑھتے، بہت ساروں کو قل ہو اللّٰہ نہیں آتی۔ گزشتہ سالوں میں دو تین واقعات ہو گئے ہیں۔ پاکستان اسلامی ملک ہے اس کے وزیر داخلہ کو ایک میٹنگ میں کہا گیا کہ تلاوت کریں۔ اس نے قل ہو اللّٰہ پڑھی غلط پڑھی، کسی نے کہا تو دوبارہ پڑھی پھر غلط، تیسری مرتبہ پڑھی پھر غلط پڑھی۔ جو ملک میں اسلام کے نفاذ کے علمبردار ہیں ان کو قل ہو اللّٰہ نہیں آتی تو مزید کیا کریں گے۔ ہم دین پر عمل کرنا چاہیں گے تو ایسے لوگ بھی مخالفت کریں گے۔ ان سے بھی دین اور قرآن مجید کے اصولوں کے مطابق گفتگو کرنا،

انھیں ذِمہ داریوں کا احساس دلانا، کوئی مظاہرہ کر دینا، اپنی رائے کا کسی طرح اظہار کر دینا کہ آپ غلط کام کر رہے ہیں اس کے کئی طریقے ہو سکتے ہیں ان کو سمجھاتے رہنا یہ بھی اسی جہاد کا حصہ ہے اور اگر کافروں کے ساتھ مقابلہ ہوجائے اور کوئی قوت میدانِ جنگ میں آ جائے دو فوجیں آمنے سامنے ہو جائیں تو اس وقت بھی دین کی حمایت میں سامنے آنا اور ڈٹے رہنا یہ اِسی جہاد کا آخری اور سب سے اونچا درجہ ہے۔

یہ جہاد جو جہاد مع النفس سے شروع ہوتا ہے اور میدان جنگ تک جاتا ہے اس کی 9 سیڑھیاں ہیں۔ جہاد کے پہلے جو دو درجے ہیں جہاد مع النفس اور جہاد مع الشیطان۔ یہ جہاد انسان کے اندر ہوتا ہے انسان کو خود پتا ہوتا ہے کہ میرا دل مجھے روک رہا ہے میں چاہتا ہوں نماز پڑھوں میں چاہتا ہوں نیکی کروں میں چاہتا ہوں قرآن پڑھوں کوئی چیز اندر سے روکتی ہے اس پر قابو پانا ثابت قدمی، مستقل مزاجی اور قوت ارادی کے ساتھ ہر آدمی کو ضرورت ہے۔ ورنہ کوئی آدمی آگے نہیں بڑھ سکتا اگر اس پر قابو پالے تو پھر معاشرہ اور ماحول ہے پھر آگے مزید مراحل ہیں۔

یہ ہے جہاد کی حقیقت کہ جدو جہد کرنا۔ دین پر چلنے کے لیے کئی قوتیں مزاحمت کرتی ہیں RESISTANCE پیدا کرتی ہیں ہمیں ان پر قابو پانا ہے۔ اسی کا نام 'جہاد' ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان باتوں کی سمجھ عطا فرمائے اور آپ کو بھی، آمین۔ سب سے پہلا کام اپنی انفرادی زندگی میں طے کرنا ہے کہ مجھے اللہ کا بندہ بننا ہے اور اس کے راستے میں تین رکاوٹیں ہیں اپنا نفس، شیطان اور معاشرہ۔ آپ ابھی سے یہ فیصلہ کر لیں کہ میں ان کے خلاف ڈٹ جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ زندگی کا رُخ (ORIENTATION) صحیح ہو جائے اور انسان جدو جہد کرتا رہے، آگے بڑھتا رہے تو ہر قدم 'جہاد' کے بلند مدارج کی طرف لے جانا والا ثابت ہوگا، ان شاءاللہ۔

معراجِ سیّد المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم
اور ___ رؤیتِ باری تعالیٰ

حضرت مولانا سیّد محمد میاںؒ

(بشکریہ ماہنامہ انوارِ مدینہ لاہور، ستمبر ۲۰۱۶)

سیرت سیّد المرسلین حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم میں معراج کا واقعہ عظمتِ انسانی کا واضح اشارہ ہے۔ کہکشاؤں کے بعد لامکاں کا سفر اہل دل کے لیے اپنے اندر بڑی کشش رکھتا ہے۔ اس سفر کا نقطۂ عروج اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی سفرِ معراج میں رؤیت باری تعالیٰ سے متعلق دو آرا پائی جاتی ہیں۔ اس تحریر یا بیان میں چونکہ دو طرف کے موقف کو جوڑنے اور تطبیق دینے کی کوشش کی گئی ہے، جو بذاتِ خود ایک احسن امر ہے لہٰذا یہ تحریر ہدیۂ قارئین ہے۔ (ادارہ)

شواہد و دلائل .... پُراَسرار منظر اور تجلیات

(۱) سعادت کے لیے اسی کو منتخب کیا جاتا ہے جو رُموزِ مملکت سے واقف ہو، ضروری چیزوں کا مشاہدہ کیے ہوئے ہو اور اگر اُس کو کسی خاص مشن پر بھیجا جائے تو یہ بھی ضروری سمجھا جاتا ہے کہ اُس مشن کا پورا جذبہ رکھتا ہو، اُس کے متعلق پورا وثوق اور یقین اُس کو حاصل ہو، جس کی بنا پر ہر بات قوت سے کہہ سکے، پیچیدگیوں کو حل کر سکے اور اگر مشکلات پیش آئیں تو اُن کو بھی برداشت کر سکے۔

یہی شان داعیانِ حق کی ہے جو ربّ ذوالجلال کی طرف سے سفیر بنا کر بھیجے گئے، وہ رُموز واَسرار سے واقف تھے، مقصد پر پورا یقین رکھتے تھے، وقتاً فوقتاً اُن کے یقینِ کامل میں جلا پیدا کیا جاتا تھا اور جس کی دعوت زیادہ وسیع اور ذمہ داری زیادہ اہم ہوتی تھی باوجودیکہ اُس کا

یقین زیادہ پختہ ہوتا اور اُس کو اِطمینانِ کامل اور شرحِ صدر حاصل ہوتا تھا مگر پھر بھی غیر معمولی مشاہدات وتجلیات سے اُن کے شرحِ صدر اور اطمینان ویقین میں اضافہ کیا جاتا تھا۔

(۲) نوعِ انسان کی ذہنی صلاحیت جب اس حد تک پہنچی کہ اُس نے اپنے مشاہدات سے نتائج اَخذ کرنے شروع کیے تو اس نے ایک دھوکہ کھایا، آسمان کے تارے اور چاند سورج جو خالق کائنات قادر ذوالجلال کی قدرتِ بے پایاں کے نمونے، براہین اور آیات ہیں۔انسان نے دھوکہ یہ کھایا کہ اُن ہی کو ربّ اور معبود سمجھنے لگا اس نے یہ سمجھا کہ ان ہی سے قربت حاصل کرنا کمالِ عبدیت ہے وہ اُن تک پہنچ نہیں سکتا تھا تو ان کے نام کے ہیکل اور مندر بنائے اور ان کے گوشوں میں چلہ کشی شروع کر دی۔ربّ العالمین کے سب سے پہلے سفیر جنھوں نے نمونے اور اصل میں فرق کرکے یہ نصب العین معین کیا،

اِنَّ صَلَاتِیُ وَ نُسُکِیُ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الانعام:162)

''میری نماز، میری تمام عبادتیں، میرا جینا اور میرا مرنا اُس اللّٰہ کے لیے ہے جو ربّ العالمین ہے''

سیّدنا حضرت ابراہیم خلیل اللّٰہ علیہ السلام تھے۔آپ نے زہرہ پر نظر ڈالی جو ایک ستارہ تھا جس کی پرستش ان کے علاقہ میں خاص طور سے کی جاتی تھی اُس کو دیکھا کہ تھوڑی دیر وہ اُفق پر چمکتا رہا پھر غروب ہوگیا تو طے کرلیا کہ جو ہستیاں ڈوب جانے والی اور چھپ جانے والی ہیں، میں ان کا پرستار نہیں ہوسکتا، پھر پردۂ ظلمات کو چاک کرتے ہوئے چاند نمودار ہوا پھر آفتابِ جہان تاب جلوہ گر ہوا وہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ روشن تھا مگر جب دیکھا یہ سب کسی ٹھہرے ہوئے قاعدے کے پابند ہیں تو یقین کرلیا کہ جو پابند ہو وہ معبود نہیں ہوسکتا اور طے کرلیا کہ

اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِیۡفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ (سورۃ الانعام:۷۹)

''میں نے سب سے منہ موڑ کر صرف اس ہستی کی طرف اپنا رُخ کرلیا ہے جو کسی کی بنائی ہوئی نہیں ہے بلکہ وہ خود آسمان اور زمین کی بنانے والی ہے اور میں ان میں سے نہیں ہوں جو اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے ہیں۔''

یہ ابتدائی مشاہدات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تھے جن سے وہ اِس نتیجہ پر پہنچے کہ قابل

پرستش صرف ایک وہ ہے جو ان سب پابند و قابلِ تغیر چیزوں سے بالا ہے، جو اِن سب کا خالق و مالک ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رُشد و ہدایت اور دعوت اِلی اللّٰہ کے مقامِ اعلیٰ پر پہنچانا تھا اُس مقامِ اعلیٰ کے بموجب یقینِ کامل، شرحِ صدر اور اطمینانِ قلب پیدا کرنا تھا تو اگرچہ تفصیل نہیں بتائی گئی مگر یہ بتادیا گیا ہے کہ:

وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ (الانعام:۷۵)

''بادشاہت کے جلوے دکھا دیے تا کہ (وہ استدلال کر سکیں) اور یقین رکھنے والوں میں سے ہو جائیں۔''

حضراتِ مفسرین نے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسی دنیا میں جبکہ وہ ایک چٹان پر رونق افروز تھے تمام آسمانوں کا عرش معلیٰ تک اور تمام زمینوں کا تحت الثریٰ تک نیز جنت کا اور جنت میں ان کے مقام و موقف کا مشاہدہ کرادیا گیا تھا۔ (امام التفسیر حضرت مجاہد وسعید بن جبیرؒ)

(۳) نوعِ انسان کا قافلہ آگے بڑھا، اِنفرادیت کے بجائے اجتماعیت پیدا ہوئی۔ سماجی نظام بنے، بادشاہتیں قائم ہوئیں، اُمراء و وزراء رُونما ہوئے، فوجیں منظّم ہوئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ضابطہ حیات اور ایک دستور دیا گیا جس کا نام ''تورات'' ہے جس کو بائبل کا عہد قدیم کہا جاتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ترقی پذیر اجتماعی زندگی کے لیے دستور العمل عطا فرمانا مقصود تھا تو ان کی نبوت و رسالت کا آغاز اس تجلی سے ہوا جو طور کی جانب وادی کے داہنے کنارے پر ہوئی تھی کہ ہرے بھرے درخت پر شعلہ بھڑک رہا تھا۔

فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ○ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ○ وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ○ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ○ (سورۃ طٰہٰ:۱۱ تا ۱۴)

''جب وہاں پہنچتے ہیں تو پکارا گیا ہے: اے موسیٰ! میں ہوں تیرا پروردگار، بس اپنی جوتی اُتار دے تو طویٰ کی مقدس وادی میں کھڑا ہے اور دیکھ میں نے تجھے اپنی رسالت کے لیے چن لیا ہے، بس جو کچھ وحی کی جاتی ہے اُسے کان لگا کر سن، میں ہی

اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں بس میری ہی بندگی کر اور میری ہی یاد کے لئے نماز قائم کر۔‘‘

اس تجلی نے جس طرح یقین محکم میں اطمینان اور انشراحِ صدر کی روشنی پیدا کی، شوق کی ایک چنگاری بھی قلب موسیٰ میں سلگادی، یہ چنگاری دہکی اور جذبۂ شوق اس وقت ابھرا جب توریت عطا کرنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر بلایا گیا اور شرفِ مکالمہ سے نوازا گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ لطف وکرم دیکھا تو جرأت کر کے یہ درخواست بھی کر دی:

رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ میرے رب میرے سامنے آجا، ایک نظر دیکھ لوں تجھ کو۔ جواب ملا: ’’تو مجھے نہیں دیکھ سکے گا، مگر ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ، اگر یہ (تجلی حق کی تاب لے آیا اور) اپنی جگہ ٹکا رہا تو سمجھ لینا تجھے بھی میرے نظارے کی تاب ہے اور تو مجھے دیکھ سکے گا۔ بہر حال اس فرطِ شوق کا نتیجہ تو وہ بے ہوشی تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر طاری ہوئی، جب تجلی رب سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا۔(الاعراف:۱۴۳)

مگر اس عجیب وغریب نظارے نے (جس میں تمنائے دیدار بھی تھی اور اعلان لَنْ تَرَانِیْ کے ساتھ وہ جلوہ آرائی بھی جس نے) وارفتۂ شوق (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو وارفتۂ حواس کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اِیمانِ کامل اور آپ کے یقین محکم کو اطمینان وانشراح کے اس نور درخشاں سے بھی منور کر دیا جو اُس عالی مرتبہ داعیِ حق کے لیے ضروری تھا جس کو توریت کے وہ اَلواح دیے جارہے تھے جن میں ہر قسم کی باتیں لکھ دی تھیں تاکہ (دین کے) ہر معاملے کے لیے اس میں نصیحت ہو اور ہر بات الگ الگ واضح ہو جائے۔(الاعراف:۱۴۵)

ابتدائی اور درمیانی درجوں کے گزرنے کے بعد کمالِ اعلیٰ کی ضرورت تھی، یہ کمالِ اعلیٰ نیز آخری پیغام یعنی کتابِ مکمل اور وہ کلام جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے کس کو عنایت ہوتا، وہ اُسی کو دیا جاتا جس کا یقین سب سے زیادہ محکم ہوتا، جس کو سب سے زیادہ شرح صدر حاصل ہوتا جس کے مشاہدات سب سے زیادہ وسیع اور سب سے اعلیٰ ہوتے جس کے جذبۂ شوق کو لَنْ تَرَانِیْ کی نامرادی نصیب نہ ہوتی بلکہ دَنٰی فَتَدَلّٰی اور مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی کی کامیابیاں بھی اس کو حاصل ہونے والی ہوتیں۔ قدرت نے یہ مرتبۂ بلند اس کے لیے تجویز کر رکھا

تھا جس کا وجود اس کائنات کے خلق کا محرک اور جس کا ظہورِ مقدس اس پورے نظامِ عالم کا آخری مقصد تھا۔ لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ ''اے محمد ﷺ اگر تو نہ ہوتا تو عالم کون وہست کی صورت گری بھی نہ ہوتی۔''

معراج کا پُراسرار منظر اور تجلیات:

اِس اکمل الانبیاء اور اکمل الرسل کے مشاہدات کی تفصیل سورۃ والنجم کی ابتدائی آیات میں بیان کی گئی ہے۔ لفظی ترجمہ یہ ہے:

''قسم ہے تارے کی جب گرے (غروب ہو)، بہکا نہیں تمہارا رفیق اور بے راہ نہیں چلا، نہیں بولتا اپنے دل کی چاہ (خواہش) سے، جو کچھ ہے وہ وحی ہے جو اس پر اتاری جاتی ہے، سکھایا اس کو سخت قوتوں والے نے، زورآور نے، پھر متمکن ہوا (قائم ہوا)، وہ تھا اُفق اعلیٰ پر، پھر نزدیک ہوا پھر اور قریب ہوا (لٹک گیا) پھر رہ گیا فرق دو کمانوں کا میانہ یا اس سے بھی نزدیک (دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم) پھر وحی کی نازل اپنے بندے پر جو وحی نازل کی (پھر حکم بھیجا اپنے بندے پر جو بھیجا) جھوٹ نہ دیکھا دل نے جو دیکھا۔ اب کیا تم اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو اس نے دیکھا اور بے شک دیکھ چکا تھا وہ اس کو ایک دوسرے نزول (اتارنے) میں، سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اُس کے قریب جنت الماویٰ ہے، جب چھا رہا تھا اس سدرۃ المنتہیٰ پر جو چھا رہا تھا اور تھکی (مڑی) نہیں نگاہ، نہ حد سے بڑھی، بے شک دیکھے اس نے اپنے رب کے بڑے نمونے (بڑے بڑے عجائبات)''

تفہیمات وتلویحات

(۱) اُستادِ محترم حضرت علامہ مولانا سیّد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ وہ پراسرار منظر جس کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے وہ منظر ''معراج'' ہے۔ صاحب تفسیر مظہری حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق بھی یہی ہے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر سورۃ النجم)

سطورِ بالا کا ترجمہ لفظی ہم نے پیش کر دیا۔ شاید آپ کو اِبہام و اِجمال کی شکایت ہو، یہ

شکایت بجا ہو گی بے شک مجمل اور مبہم ہے مگر اسرار و رموز میں تفصیل کب ہوا کرتی ہے عشق و محبت کی باتیں تو مبہم ہی ہوا کرتی ہیں یہاں پردہ داری ہی میں لطف ہوتا ہے۔

دیدار مے نمائی و پرہیز مے کنی
بازار خویش و آتش ما تیز می کنی

(تو دیدار کراتا ہے اور پرہیز کرتا ہے، اپنا بازار اور ہماری آگ تیز کرتا ہے)

پھر یہاں تو عشق و محبت کے ساتھ عابد و معبود کا رشتہ بھی ہے اور تذکرہ اُس بارگاہ اور اُس مقامِ اعلیٰ کا ہے جہاں پروازِ فکر کے بھی پر جلتے ہیں اور اِس سے بہت ورے جبریل امین نے کہہ دیا تھا

؎ اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغِ تجلی بسوزد پرم

(اگر بال کے کنارے کے برابر میں اوپر اڑوں تو تجلی کی زیادتی میرے پروں کو جلا دے گی)

ہم مادّے کے گھروندے میں بند ہیں، ہمارا قیاس، ہمارا خیال، ہمارا علم غرض جو کچھ ہمارے پاس ہے اس کا دائرہ اس گھروندے سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور جس کے ماحول کا تذکرہ ہے وہ مادے سے بہت بہت مقدس بہت پاک۔

؎ اے برتر از قیاس و خیال و گمان و وہم
و ز ہرچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

(اے (وہ ذات) جو قیاس، خیال و گمان سے برتر ہے اور ہر اس چیز سے برتر ہے جو لوگوں نے کہا، ہم نے سنا اور پڑھا ہے)

پس جب اُس برتر و بالا کی باتیں ہوں تو لامحالہ ان میں اجمال ہی ہوگا، ہمارے ناقص الفاظ میں تفصیل کی گنجائش کہاں ہے اور یہ بھی اس وقت جب ہمارے ناقص الفاظ استعمال کیے جائیں اور اگر وہاں کے الفاظ بولے جائیں تو ہم اِتنا بھی نہ کہہ سکیں، شاید یہ مقطعاتِ قرآنی یعنی الٓمٓ حٰمٓ الٓرٰ وغیرہ وہاں کی زبان کے الفاظ ہیں جن کے سمجھنے سے فہم انسان قاصر ہے اور حضرات مفسرین یہی کہہ دیتے ہیں: و اللّٰہ اعلم بمرادہ۔

(۲) دیدار نہ ہو سکنا، کھلی ہوئی بات ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو لفظوں میں کہہ دی گئی

لَنْ تَرَانِیْ (تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے)،مگر یہاں فرمایا گیا ہے: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی (نہ نگاہ مڑی، نہ حد سے آگے بڑھی)۔اس سے پہلے فرمایا گیا ہے: مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی (جھوٹ نہ دیکھا دل نے جو دیکھا)۔

اور اگر ”کَذَّبَ“ (ذال پر تشدید) والی قرأت لی جائے تو مطلب یہ ہے کہ آنکھوں نے جو کچھ دیکھا دل نے اُس کی تصدیق کی تکذیب نہیں کی۔مگر کیا دیکھا! ایک مرتبہ اور دیکھا!! کس کو دیکھا!!! وہ سخت قوتوں والا زور آور کون ہے؟ جس کا تذکرہ پہلے ہوا، کیا دل بھی دیکھتا ہے؟ دل کی آنکھوں نے کیا دیکھا؟ دیدۂ چشم سے کیا نظر آیا؟ قائم کون ہوا؟ اُفق اعلیٰ پر کون تھا؟اللہ میاں تھا؟؟؟ وہ تو لامکاں ہے! پھر اُفق اعلیٰ پر کیسے! قرین کون ہوا؟ تَدَلِّیْ کس کی ہوئی؟ وحی کس نے بھیجی؟ دیکھو یہ بارگاہِ عشق ہے، یہ دربارِ ربّ ذوالجلال ہے، جو کچھ کہو سوچ کر کہو، سمجھ کر کہو، ادب شرط ہے۔

ادب گا ہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

(آسمان کے نیچے عرش سے بھی نازک تر ایسی ادب گاہ ہے کہ جنید اور بایزید بھی اس جگہ اپنا نفس گم کر کے آتے ہیں)

فضلائے اُمت اور اکابر علماء رحمۃ اللہ علیہم دم بخود ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باتیں بھی مختلف ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عبد کامل (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو مقصود حقیقی کا دیدار ہوا یعنی اہل ایمان تجرد کے جس اعلیٰ مقام پر قیامت کے بعد پہنچیں گے جب وہ ربّ حقیقی کا جلوہ اس طرح دیکھیں گے جس طرح چودھویں رات کا چاند بے حجابانہ نظر آتا ہے، محبوب ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں کچھ ایسے ہی درجہ پر تھے، ممکن ہے آپ کا درجہ اِس سے بھی بلند ہو۔ بس یہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے والے یہی حبیب خدا ہیں۔ ربّ ذوالجلال نے یہ کمال آپ کو عطا فرمایا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ جبرئیل امین (علیہ السلام) کو اس طرح دیکھنا اس محبوب ربّ العالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے کمال نہیں ہے جس کے متعلق عقیدہ یہ ہے کہ

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (خدا کے بعد تو ہی بڑا ہے قصہ مختصر)

اور مَا رَاٰی سے پہلے مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس دیدار کا شرف حاصل ہوا ہے وہ دیدارِ ربّ العالمین ہو۔ دیکھنے والے کی آنکھ نے آفتاب نیم روز کو دیکھا، اس کے لئے دل کی تصدیق درکار نہیں ہے، آنکھ دیکھ رہی ہے، دل تابع ہے، دل نہیں مانتا تو ہٹ دھرم ہے کیونکہ آفتاب کو دیکھنا آنکھ ہی کا کام ہے لیکن وہ امورِ قدسیہ جن کا تعلق حضرت جل مجدہ کی ذات وصفات سے ہو اُن کا روشن دان قلب ہے، رب اکبر کا تجلی گاہ قلب مومن ہی ہوتا ہے۔ یہاں آنکھ تابع ہے، شیطانی چمک دمک اور تجلیاتِ رحمانی میں فرق کرنا قلب ہی کا کام ہے۔ لہٰذا مَا کَذَبَ الْفُؤَاد کی سند کی ضرورت اسی وقت ہوتی ہے جب دیدۂ چشم نے نورِ حق کا نظارہ کیا ہو۔

”شَدِیْدُ الْقُوٰی“، ”ذُوْمِرَّۃٍ“ کون ہے؟

شاید خلجان ہو کہ سخت قوتوں والا، زور آور یعنی ”شَدِیْدُ الْقُوٰی“ ”ذُوْمِرَّۃٍ“ حضرت حق جل مجدہ کی شان کے شایان نہیں ہے ان الفاظ میں مادّیت کی بو آتی ہے لہٰذا حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے لیے تو برداشت ہو سکتے ہیں خود قرآن شریف میں سورۂ تکویر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ”ذِیْ قُوَّۃ“ فرمایا گیا ہے مگر حضرت جل مجدہ کی شان اعلیٰ وارفع کے لیے موزوں نہیں ہیں۔ اسی طرح ”فَاسْتَوٰی“، جس کا ترجمہ ہم نے کیا ہے متمکن ہوا قائم ہوا۔ اور حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ فرمایا ہے ”سیدھا بیٹھا“، اسی طرح یہ باتیں کہ پھر نزدیک ہوا پھر اور قریب ہوا پھر رہ گیا فرق دو کمانوں کا میانہ یا اس سے بھی نزدیک (دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم) یعنی دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی جس کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا ہے ”پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا پھر رہ گیا فرق دو کمان کا میانہ یا اس سے بھی نزدیک“ یہ تمام کیفیتیں حضرت جل مجدہ کی شان کے مناسب نہیں ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ”پھر وہ فرشتہ نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا، سو دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم۔“

جواب:

بے شک یہ خلجان بجا اور برمحل ہے مگر ہم اس مضمون میں پہلے ہی اعتراف کر چکے ہیں اور اب پھر اقرار کرتے ہیں کہ ہماری لغت (اردو ہو یا فارسی یا عربی یا کوئی اور زبان) بہت قاصر

ہے۔ ہمارے علم قیاس خیال غرض جو کچھ ہمارے پاس ہے اس کا دائرہ ہمارے محسوسات اور اپنے ماحول کے تعلقات سے آگے نہیں بڑھ سکتا لہٰذا ہمارے ذخیرۂ لغت میں صرف ان ہی مادیات کے لیے کچھ الفاظ ہیں اس بناء پر وہ حقائق جو نہ عام محسوسات انسانی کی حدود میں داخل ہیں نہ ہمارے تصوراتِ تخیل کے احاطہ کے اندر ہیں ہمارے الفاظ ان کو یک ٹھیک ادا نہیں کر سکتے مگر چونکہ سمجھانا بہر حال ان ہی الفاظ سے ہے تو یہی ناقص الفاظ ان حقائق قدسیہ کے لیے مستعار لیے جاتے ہیں۔ شرعی نقطۂ نظر سے اس استفادہ کے لیے شرط یہ ہوتی ہے کہ صاحب الشرع نے ان الفاظ کو اس مفہوم کے لیے استعمال کیا ہو، اللہ تعالیٰ کی شان میں بارئ النسمة کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو مولد النسمة نہیں کہہ سکتے حالانکہ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے (جان پیدا کرنے والا) عربی کے علاوہ دوسری زبانوں کے لیے ضابطہ یہ ہے جو الفاظ حضرت حق مجدہ کے لیے استعمال کیے جائیں وہ زیادہ سے زیادہ باعظمت ہوں جن میں کسی نقص کا وہم بھی نہ ہوتا ہو۔ ارشاد ربانی ہے: وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ (الاعراف:180)

اب جو الفاظ ان آیات میں استعمال کیے گئے ہیں وہ اگر محاورہ شریعت میں حضرت حق کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں تو ہمیں کوئی تامل نہیں ہونا چاہئے کہ ہم ان الفاظ سے ذات حق جل مجدہ یا اس کا کوئی وصف مراد لیں۔

اس اصول کے پیش نظر ملاحظہ فرمایئے، سورۃ الذاریات میں ارشاد ہوا ہے: "اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِيْن" یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے "قوت والے" کا لفظ وارد ہوا ہے۔

سورۃ طٰہٰ میں ارشاد ہوا ہے: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى

سورۃ الاعراف، سورۂ رعد، سورۂ فرقان وغیرہ میں ارشاد ہوا ہے: ثم استوىٰ على العرش) یعنی اِسْتَوٰى کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف قرآن پاک کی متعدد آیتوں میں موجود ہے۔

مِرَّة کے معنی ہیں قوت، مضبوطی (قاموس)

ذُوْمِرَّةٍ ۔ كَاَنَّهٗ مُحكم الفتل (المفردات فی غرائب القرآن)

ذومرةٍ کا لفظ اگرچہ قرآن حکیم میں اسی مقام پر وارد ہوا ہے لیکن اسی مفہوم کو ادا کرنے

والا لفظ شَدِیدُ الْبَطْشِ محاورات شریعت میں وارد ہے۔ سورۂ بروج میں ہے: اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیدٌ البتہ یہ ظاہر ہے کہ الفاظ اگرچہ وہی ہیں مگر ان کی کیفیت میں زمین آسمان کا فرق ہوگا خود ہماری محسوس اور دیکھی بھالی چیزوں میں لفظ ایک ہی ہوتا ہے مگر مختلف چیزوں کے لحاظ سے اس کی کیفیت مختلف ہوتی رہتی ہے۔ مثلاً ''بیٹھنا'' ایک لفظ ہے مگر آدمی بیٹھ گیا، پودا بیٹھ گیا، کاروبار بیٹھ گیا، عمارت بیٹھ گئی، دل بیٹھ گیا۔ یا مثلاً ''اڑنا'' پرندہ اڑ گیا، جہاز اڑ گیا، جوتی اڑ گئی (چوری گئی) دماغ اڑ گیا (حواس باختہ ہو گیا) دل اڑا جا رہا ہے (اختلاج ہو رہا ہے) آیت زیر بحث میں (اِسْتَوٰی) کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر نے کیا ہے: ''سیدھا بیٹھا'' (تَدَلّٰی) کا ترجمہ کیا ہے: لٹک آیا۔ اب اس کا تعلق حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ہو یا اللّٰہ ربّ العزت سے، ظاہر ہے بیٹھنے یا لٹکنے کی وہ نوعیت نہیں ہوگی جو کسی انسان یا کسی محسوس چیز سے ہمارے ذہن میں آتی ہے کیونکہ جو حضرت جبرئیلؑ کی طرف نسبت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل اس موقع پر اصلی ہیئت میں نمودار ہوئے تھے کہ ان کے چھ سو بازو تھے اور آسمان کے تمام کناروں (افق) کو گھیر رکھا تھا، ظاہر ہے ایسی ہستی کا بیٹھنا یا لٹکنا ہمارے عام تصور کے بموجب نہیں ہوگا، یہی تاویل کرنی پڑے گی کہ بیٹھنے یا لٹکنے سے ایک خاص ہیئت مراد ہے جو جبرئیل امین علیہ السلام کی ہیئت اصلیہ کے مناسب ہے، جب تاویل کی ضرورت یہاں بھی ہے تو پھر وہ بلند معنی کیوں نہ لیے جائیں کہ ان افعال کی نسبت اللّٰہ تعالیٰ کی جانب ہے اور اِسْتَوَاء، قُوَّۃ اور مِرَّۃ سے وہ مفہوم مراد ہے جو جل مجدہ کی شان کے مناسب ہو جس کی کوئی تشبیہ نہیں دی جاسکتی کیونکہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ۔

رہ گئے یہ الفاظ دَنٰی فَتَدَلّٰی۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی تو ان کا جو ترجمہ کیا گیا وہ لغت عربی کے لحاظ سے صحیح ہے مگر ارباب طریقت اور اہل سلوک کے محاورہ میں یہ تقرب الی اللّٰہ کے مراتب ہیں، اہل تصوف صرف الفاظ ہی سے لطف اندوز نہیں ہوتے بلکہ اپنی اپنی حیثیت کے بموجب ان مراتب اور درجات تک رسائی حاصل کرتے ہیں جو ان الفاظ سے اصطلاحاً مراد ہوتے ہیں۔

اگرچہ ظاہر ہے کہ سرور کائنات سیّد موجودات محبوب ربّ العالمین کی رسائی میں اور صوفی کی رسائی میں زمین آسمان بلکہ اس سے بھی زیادہ کا فرق ہوگا لیکن اگر آپ نبی ﷺ کی نماز کو

صلوٰۃ کہتے ہیں اور یہی لفظ آپ گنہگار فاجر و فاسق کی نماز کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں اور اس کو شریعت کا محاورہ قرار دیتے ہیں حالانکہ دونوں کی نمازوں میں اتنا فرق ہے کہ اس کا اندازہ لگانا ناممکن ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ حضرات اہل تصوف اور ارباب طریقت کی اصطلاحات کو بھی شرعی اصطلاحات نہ قرار دیں اور لٹکنے کے بجائے ''تدلی'' کے وہ درجہ مراد نہ لیں جو اہل طریقت کی اصطلاح میں مراد ہوتا ہے۔ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و مَراتِبُ الدُّنُوِّ وَ التدلّی وما کنٰی بقاب قوسین او بما هو ادنی منه درجات قُربٍ للعهد من الله تعالی فی تجلِّیاته سبحانه یدرکه الصوفی ومن لم یذق لم یدر وقد ذکروا هذه الدرجات فی کتب التصوف فی کلماتهم اکثر مما تحصی (تفسیر مظہری: ج9 ص105)

دُنُوٌّ (قریب ہونا) تَدَلِّیُ یا قَابَ قَوسَیْنِ یا اَدْنٰی مِنْهُ تقرب الی اللہ اور تجلیات خداوندی کے درجات ہیں جن کو صوفی جانتا ہے اور پہچانتا ہے مگر جس کو یہ ذوق ہی نہ ہو وہ ان درجات کو پہچان ہی نہیں سکتا اور حضرات اہل تصوف نے اپنے ملفوظات میں ان کا تذکرہ اتنی مرتبہ کیا ہے کہ اس کی کوئی گنتی نہیں ہو سکتی۔

اس تفسیر کے لحاظ سے اس آیت کا مصداق بھی معین ہو گیا جس کا ترجمہ یہ ہے: ''وہ تھا افق اعلیٰ پر'' (وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی استعداد اور صلاحیت کے سب سے بلند مرتبہ پر تھے) پھر دُنُوّ، تَدَلِّیُ اور قَابَ قَوسَیْن کے مراتب پر فائز ہوئے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شاعرانہ زبان میں اس بلند ترین مقام کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں:

شبے بر نشست از فلک بر گزشت	بتمکین و جاہ اَز مَلک در گزشت
چنان گرم در تیہ قربت براند	کہ در سدرہ جبرئیل از او باز ماند
بدو گفت سالار بیت الحرام	کہ اے حامل وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی	عنانم ز صحبت چرا تافتی
بگفتا فراتر مجالم نماند	بماندم کہ نیزوی بالم نماند

اگر یک سر موئے برتر پرم فروغِ تجلی بسوزد پرم

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے پوری لیلۃ المعراج کی تصویر کھینچ دی ہے، فرماتے ہیں:

(۱) ایک شب کو (براق پر) بیٹھے، آسمان سے اوپر پہنچ گئے اور اپنے قدر و منزلت میں فرشتے سے بھی آگے بڑھ گئے۔

(۲) قرابت خداوندی کی وادی میں اتنے تیز چلے کہ جبرئیل امین علیہ السلام بھی سدرۃ المنتہیٰ پر ان سے پیچھے رہ گئے۔

(۳) بیت الحرام کے سردار (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے جبرئیل امین علیہ السلام سے فرمایا: اے وحی خداوندی کے لے جانے والے اوپر تشریف لائیے۔

(۴) جب تم نے مجھے دوستی میں مخلص پایا ہے تو یہاں میری معیت سے کیوں باگ موڑ لی ہے۔

(۵) حضرت جبرئیل نے عرض کیا: میری مجال نہیں کہ اس سے اوپر پہنچ سکوں، میں اس لیے یہاں رہ گیا کہ میرے پروں میں پرواز کی طاقت ہی نہیں رہی۔

(۶) اگر ایک بال کے برابر بھی اُوپر اڑوں تو تجلی کی روشنی میرے پروں کو جلا ڈالے۔

"عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰیO ذُوْمِرَّةٍ فَاسْتَوٰی O وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی O ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰیOفَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْاَدْنٰیO"

کے متعلق جو خلجان پیش کیا گیا وہ اپنی جگہ درست تھا اسی لیے اس کا جواب دیا گیا لیکن اس جواب کے بعد خلجان پیش کرنے والے حضرات کی توجہ اس طرف بھی منعطف کرانی ہے کہ اگر شدید القویٰ سے مراد جبرئیل امین ہو یا اس کے بعد کی تمام کیفیات کا تعلق حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرار دیا جائے تو کیا اس سلسلہ کلام کی آخری آیت فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی (وحی نازل کی اپنے بندہ پر جو وحی نازل کی) کا تعلق بھی حضرت جبرئیل ہی سے ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بندے کس کے ہیں وحی نازل کرنے والے کون ہیں؟ اس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہے کہ اس آیت کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ پر جو چاہی وحی نازل کی جب اس آیت کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے تو سابق آیات اور اوصاف کا تعلق بھی اللہ ہی سے ہوگا یعنی ماننا پڑے گا کہ جو خدا سکھانے والا ہے جو ذو القوۃ المتین ہے جو عرش پر متمکن ہے جس نے وحی نازل کی وہی ہے جس

کا دیدار دیدہ چشم نے کیا جس کی تصدیق قلب نے کی جو اس دیدار میں شریک چشم تھا۔

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر یہ معنی لیے جاتے کہ فرشتہ نزدیک آیا پھر اور قریب آیا یہاں تک کہ تقریباً دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم، تو اس سے آنخضرت ﷺ کا کمال نہیں ظاہر ہوتا کیونکہ آنخضرت ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے افضل تسلیم کیا گیا ہے خود آنخضرت ﷺ کا ارشاد ہے: وَ زِیرَایَ فِی السَّمَاءِ جِبرَئِیلُ وَ میکائیل ۔ آسمان میں میرے دو وزیر جبرئیل و میکائیل ہیں۔

ہاں ایک سوال ہوسکتا ہے کہ قرآن شریف میں ہے لَا تُدرِکُہُ الَاَبصَارُ ''نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں''، تو حضرت حق جل مجدہ کی رؤیت کیسے ہوسکتی ہے؟ مگر اس کا جواب بھی ظاہر ہے کہ ادراک اور رؤیت (دیدار) میں فرق ہے۔ چاند سورج پر ہماری نظر پڑتی ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے چاند اور آفتاب دیکھا یعنی ہمیں چاند اور آفتاب کی رؤیت ہوئی مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے چاند سورج کا ادراک کرلیا کیونکہ ادراک اسی وقت بولا جاتا ہے جب پوری چیز پر نظر پڑ جائے اور اس کی کچھ حقیقت بھی معلوم ہوجائے۔

الادراك: هو الوقوف على كنه الشىء و الاحاطة به او الوصول الى الشىء بحيث لايفوت منه الشىء۔

رؤیت اور ادراک کا فرق اس مثال سے سمجھایا جا سکتا ہے: بنو اسرائیل رات کی اندھیری میں مصر سے روانہ ہوگئے فرعون کو جیسے ہی خبر پہنچی دن نکلتے ہیں فوج لے کر ان کے تعاقب میں روانہ ہوگیا، دونوں جمعیتوں (بنو اسرائیل اور فرعونی لشکر) نے جب ایک دوسرے کو دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا: اِنَّا لَمُدرَکُونَ (ہم تو پکڑ لیے گئے)، ایک دوسرے کو دیکھنے کے لئے ''ترٰی'' لایا گیا ہے جو رؤیت سے ماخوذ ہے اور جب بنو اسرائیل کو احساس ہوا کہ ہم سب طرف سے گھر گئے ہیں تو اس کے لیے ''مُدرَکُون'' لایا گیا ہے جو ادراک سے ماخوذ ہے۔ ''مُدرَکُون'' کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے کیا ہے: ہم تو پکڑ لیے گئے۔ پس ادراک ایسے موقع پر بولا جائے گا جہاں احاطہ اور کشفِ حقیقت کی شان ہو۔

اس موقع پر یہ واضح کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا کہ ''رؤیت'' کا اطلاق ایسے موقع پر بھی

ہوتا ہے وہاں جہاں ''ادراک''یعنی انکشافِ حقیقت کا مفہوم مقصود ہو جہاں ''رؤیت'' سے انکار کیا گیا ہے وہاں رؤیت کا یہی مفہوم مراد ہے (جو ادراک کا ایک درجہ ہے) مثلاً حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ''رؤیت'' کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب دیا ''نُـوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ'' (نور ہے، میں اس کو کہاں دیکھ سکتا ہوں!) جہاں تک ''نور'' کا تعلق ہے وہ نظر آنے کے قابل چیز ہے اس کے لیے اَنّٰـی اَرَاہ نہیں کہا جا سکتا (میں اس کو کہاں دیکھ سکتا ہوں) البتہ ''ادراک'' کے لیے یہ کہا جا سکتا ہے: میں کہاں ادراک کر سکتا ہوں۔

پس اس ارشادِ گرامی میں اگرچہ بظاہر انکار ہے مگر اس انکار میں اقرار بھی ہے کیونکہ ظاہر ہے کچھ تو نظر آیا جب ہی تو ارشاد ہوا ''نور'' مگر جہاں تک حقیقت نور کا تعلق ہے تو اس کے ادراک سے عقل سراسر قاصرہ، نظر وفکر معطل اور نگاہیں خیرہ ہیں (کما قیل)

دور بینانِ بارگاہ الست
جز ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

(بارگاہ الست کے دوربین لوگ اس سے زیادہ خبر نہ پا سکے کہ (وہ ہے)

دوسری توجیہ

اس طویل بحث کا حاصل یہی ہے کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدۂ چشم سے حضرت حق جل مجدہ کی رؤیت ہوئی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مسلک یہی ہے۔

مگر دوسرا مسلک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے جو حضرت حق جل مجدہ کی رؤیت کو ناممکن قرار دیتی ہیں وہ پورے وثوق اور بڑی پختگی سے فرماتی ہیں کہ شب معراج میں اللہ تعالیٰ عزوجل کی رؤیت نہیں ہوئی، شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو اپنی اصلی ہیئت میں دیکھا تھا، سورۂ نجم میں اسی رؤیت کا تذکرہ ہے۔ قریب ہوئے زیادہ قریب ہوئے حتیٰ کہ دو کمانوں یا اس سے بھی کم، یہ سب حضرت جبرئیل علیہ السلام سے متعلق ہیں۔ یہ حقیقت بھی یہاں واضح کر دینی مناسب ہے کہ کہ عموماً حضرات مفسرین نے یہی مسلک اختیار کیا ہے اردو زبان میں جو تفسیریں لکھی گئی ہیں ان میں بھی اسی کی اتباع کی گئی ہے اس لیے اس موقع پر اس توجیہ کی تفصیل کے بجائے یہ مشورہ دینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ صاحب ذوق

حضرات تفسیر بیان القرآن مصنفہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ مطالعہ فرمائیں، حکیم الامت نے اس مسلک کی بہترین ترجمانی کی ہے۔

لطیفہ: لطف کی بات یہ ہے کہ گزشتہ صدی کے علامہ محقق سیّد محمود آلوسی (متوفیٰ 1270ھ) اپنی مشہور تصنیف روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے محض تعبیر اورالفاظ کا اختلاف ہے جس کو اختلاف لفظی کہا جا سکتا ہے۔

استاد محترم حضرت علامہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کی تائید فرماتے ہیں، آپ کے الفاظ یہ ہیں:

> ''معلوم ہوا کہ خداوند قدوس کی تجلیات وانوار متفاوت ہیں، بعض انوار قاہرہ للبصر ہیں بعض نہیں اور ''رؤیتِ ربّ'' فی الجملہ دونوں درجوں پر صادق آتی ہے، اسی لیے کہا جا سکتا ہے کہ جس درجہ کی رؤیت مومنین کو آخرت میں نصیب ہوگی جبکہ نگاہیں تیز کردی جائیں گی جو اس تجلّی کو برداشت کرسکیں وہ دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔''

ہاں ایک خاص درجہ کی رؤیت سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے موافق میسر ہوئی اور اس خصوصیت میں کوئی بشر آپ کا شریک وسہیم نہیں ہے، نیز ان ہی انوار وتجلیات کے تفاوت وتنوّع پر نظر کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں، شاید وہ نفی ایک درجہ میں کرتی ہوں اور یہ اثبات دوسرے درجہ میں کر رہے ہیں اور اسی طرح حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ''رَأَیت نُورًا'' میں تطبیق ممکن ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مضمون بہت طویل ہوگیا مگر پھر بھی نا تمام رہا کیا عرض کیا جائے، واقعہ یہ ہے۔

دامانِ نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گل چیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

(نگاہ کا دامن تنگ ہے اور تیرے حسن کے پھول زیادہ، تیری بہار کے پھول چننے والا اپنے دامن سے شاکی ہے)

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

مسائلِ میراث اور

ہمارے اُجڑتے خاندان

(قسط:1)

حافظ مختار احمد گوندل

اسلام وہ دین رحمت ہے جس نے انسانوں کو وحدت کی ایک لڑی میں پرو دیا۔ اگر چہ ہر دور میں مذاہب عالم میں اسکے ماننے والوں میں اعلیٰ اخلاق، شرافت ونجابت، ہمدردی واخوت اور یکجائیت ایسی صفاتِ حمیدہ کا ظہور ہوا جس کی بدولت اپنے اپنے ادوار میں وہ اُمتیں دوسروں کے لیے رہبری کا فریضہ انجام دینے لگیں۔ لیکن الٰہی روشنی میں رسولِ عربی ﷺ صاحب خلق عظیم کی ابدی ہدایات سے ایسی لازوال امت تشکیل پائی جس کے نہ صرف اپنے معترف ہیں بلکہ دشمنانِ اسلام بھی ان اوصاف اور خوبیوں کے معترف ہیں۔ کوئی شعبۂ حیات ایسا نہیں جس میں آپ ﷺ نے رہنمائی نہ دی ہو یہاں تک کہ آپ ﷺ کی رحمت للعالمینی کے دائرہ میں نوع انساں تو کجا حیوانات بھی شامل ہیں۔ انہوں نے انسانیت کی تعظیم وتکریم کے ساتھ ان کے مسائل کو بھی ایسے حل کیا کہ وہ امت جسد واحد بن گئی اور موجودہ جمعیت اقوام بھی تو اسی فلسفہ کی پیروی میں وجود میں آئی۔ ظلم وسفاکی کا خاتمہ ہوا۔ تقسیم وراثت کے احکام نے خاندانی باہمی رنجشوں کا خاتمہ ہی نہیں کیا بلکہ منتشر انسانوں کو وحدت کی لڑی میں پرو دیا۔

مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ آج پھر انہی مسائل وراثت نے ہر گھر اور ہر خاندان کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ جس کی بنیادی وجوہات قرآن وحدیث سے ناواقفیت، ہَوَس اور لالچ ہے۔ زر، زمین اور دولت کو صرف اپنا حق سمجھنا جبکہ دوسروں کے حقوق سے اغماض برتنا یہاں تک

کہ اپنے خونی رشتوں کو بھی بھلا دیتا ہیں۔ ان مسائل و مشکلات سے دوچار لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ جو اُن کا مقدر ہے وہی انہیں ملے گا اور جب تک ان کے مقدر کا یہ رزق پورا نہیں ہو پاتا موت کا فرشتہ ان کے پاس بھی نہیں پھٹکتا۔

عصر حاضر میں وراثت کے یہی نزاعی مسائل ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہورہے ہیں اور آنے والی نسلیں اپنے آباء واجداد کی انہی کارستانیوں پر کڑھتی چلی جائیں گی، جس سے اُن کے اُخروی عذاب میں بھی مسلسل اضافہ ہوتا رہے گا اور مستقبل میں نا معلوم کتنی مزید زندگیاں انہی وراثتی دکھوں کی نذر ہوتی چلی جائیں گی۔

دراصل ہمارے ہاں علم دین سے غفلت اور نفسانفسی کا یہ عالم ہے کہ عصر حاضر میں علم الفرائض (وراثت) کو تو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق بہت تاکید فرمائی:۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ، وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ، وَتَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ، وَعَلِّمُوهَا النَّاسَ، أَوْشَكَ أَنْ يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَخْتَصِمُ رَجُلَانِ فِي الْفَرِيضَةِ، فَلَا يَجِدَانِ مَنْ يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا (المعجم الاوسط)

''حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ اور علم فرائض سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ، قریب ہے کہ ایک زمانہ آئے گا کہ دو آدمی کسی مقررہ حصے میں اختلاف کریں گے اور کوئی آدمی ایسا نہیں پائیں گے جو اُن میں فیصلہ کر سکے۔''

اسلام میں احکامِ وصیت و وراثت اور ہبہ و وقف اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اسلام فرد کی ملکیت کا احترام کرتا ہے اور اس کی لامتناہی خواہشات کے آگے بند باندھ کر اسے ایک محدود دائرے کے اندر رکھنا چاہتا ہے۔ اشتراکیت و اشتمالیت (Socialism and Communism) سے بہت پہلے اسلام نے وراثت کے احکام دے کر دولت کو چند ہاتھوں میں سمٹنے سے روکا ہے۔ دولت کی جائز تقسیم اور اسلام کے دیے ہوئے حقوق پر عمل درآمد نہ ہونے کے

خلاف اشتراکیت انسانوں کا ردّعمل ہے۔ اور ایک طرف تو یہ فلسفہ انسان کی انفرادی ملکیت کا حق دینے سے گریزاں تو دوسری طرف سرمایہ داریت کی استحصالی قوتیں عوام کو نانِ جویں کا محتاج کر دینے کے درپئے ہیں۔ اسلام وہ اعتدال کا دین ہے جس میں حقِ وراثت ہر انسان کا فطری و وہبی حق ہے۔ جسے ہر وارث نے وصول کرنا ہوتا ہے۔ سوائے اپنے مورث (میّت) کے قاتل اور اس مرتد کے جو دین اسلام سے برگشتہ ہو چکا ہو۔ وراثت (ترکہ) کی منصفانہ تقسیم بھی وہ فطری تقاضا ہے جسے پورا کرنا ہر فرد پر لازم ہے۔ اگر کسی لڑکی کا نکاح ہوا اور اُس وقت تک اس کی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ خاوند فوت ہو گیا۔ تب بھی وہ وراثت کی حقدار ٹھہرے گی۔ ایک بچہ جسے ابھی دنیا میں آنے کے لیے بھی کئی ماہ درکار ہیں اسلام میں اس کی وراثت کا حق بھی محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اسے بھی وراثت سے محروم نہیں کیا سکتا۔ اسلام نے میراث کو حقداروں تک پہنچانے کی سخت تاکید کرتے ہوئے معاشرہ میں نہ صرف انسانی حقوق کے تحفظ کے احساس کو اُجاگر کیا ہے بلکہ دیگر اقوام کی لیے بھی یہ نظام وراثت ان کی امن وفلاح کی زندگی کا ضامن ہے۔ آزادی سے قبل جس خطہ میں تحریک نکاح بیوگان کا نہ صرف مسلم خواتین بلکہ یہاں بسنے والی غیر مسلم خواتین پر بھی یہ اثر ہوا کہ وہ بھی ازدواجی فطری لذتوں سے فیضیاب ہوئیں۔ آج اسلامی جمہوریہ پاکستان میں محض سرکاری مالی قواعد کی مجبوریوں کی وجہ سے بیوگان مستقبل کی ازدواجی زندگی کی نعمتوں سے محرومی کا شکار ہو رہی ہیں یا پھر انہی مالی مسائل میں اس قدر گھر جاتی ہیں کہ قتل تک کی نوبت آجایا کرتی ہے۔ پنجاب کے دل لاہور میں ریمنڈ کیس میں بعض ورثاء کو جو دیت کی رقم موصول ہوئی ان میں بھی یہی صورت حال پیدا ہوئی تھی۔ جہاں تک دورانِ ملازمت سرکاری مرحوم ملازمین کی بیوگان کا معاملہ ہے تو انھیں بھی شدید وراثتی مسائل کا سامنا ہے یعنی حکومتی پیکیجز میں اسلام کے وراثتی احکام کو نظر انداز کر کے خاندانی محبتوں میں شگاف ڈال دیا گیا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ حکومت مرحوم سرکاری ملازمین کے خاندانوں کی اگرچہ بہی خواہ ہے اور ان کی فلاح کے لیے کوشاں ہے۔ لیکن احکام وراثت جو اللہ جل شانہ نے اپنے پاک کلام میں نازل فرمائے اس سے پہلوتہی سے خاندانی رنجشوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر ان مالی قواعد وقوانین اور ڈیتھ پیکیجز جو مختلف سرکاری اداروں میں مختلف صورتوں میں مروج ہیں ان کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رائے لے لی

جائے تو یہ مسائل عنقا ہو جائیں۔ اس حقیقت سے بھی ہمیں باخبر رہنا ضروری ہے کہ اسلام میں ملکیّت کا تصور ملکیّت نہیں بلکہ ایک امانت کا تصور ہے۔ ؎

در حقیقت مالک ہر شے خدا است　　　ایں امانت چند روزہ نزد ما است

موت تو ایک اٹل حقیقت ہے۔ ہر انسان کو اس کا مزہ چکھنا ہے۔ جن اسلامی احکام کا تعلق موت کے بعد سے ہے۔ انہیں احکامِ میراث کہا جاتا ہے۔ علمِ میراث انسان کی موجودہ زندگی (ورثا) اور حیات بعد الممات (مورث) دونوں سے متعلق ہے۔

میراث یا ترکہ دراصل عزیز و اقارب میں وہ مالی حقوق ہیں جنھیں اس دنیا سے رخصت ہونے والے شخص کی وفات کے بعد اس کے ورثا میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

حقوق ملکیت کی وہ صورت جو از خود ایک انسان کی مملوکہ اشیا کو اس کے ورثاء کی طرف منتقل کر دیتی ہے، اس میں مورث کے ارادے، نیت یا اختیار کو بھی قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس غیر اختیاری انتقالِ ملکیت کو شرعی اصطلاح میں ''وراثت'' کہا جاتا ہے۔

انتقالِ حقوق ملکیت کے دو طریقے ہیں: اختیاری و غیر اختیاری۔ ان دونوں طریقوں یعنی اختیاری و غیر اختیاری میں ایک اہم فرق یہ ہے کہ اختیاری طریقہ یعنی ہبہ میں ایجاب وقبول اور بعض صورتوں مثلاً وقف وغیرہ میں صرف ایجاب شرط ہوتا ہے جبکہ وراثت میں ایجاب وقبول نہیں ہوا کرتا بلکہ اس کے بغیر ہی مال و جائداد کا ایک شخص خود بخود وارث بن جاتا ہے۔

آغازِ اسلام میں وراثت کے لیے وصیّتی طریقے کا حکم نازل ہوا اور اسی پر عمل ہوتا تھا۔ یعنی مورث خود اس امر کا پابند تھا کہ وہ اپنے مال و جائداد کے بارے میں وصیت کر جائے۔ یعنی اس کے مرنے کے بعد اس کے مال وزر اور جائیداد کا بندوبست کس طرح ہو اور کون کون لوگ اس میں حصہ دار بنیں وغیرہ۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨالْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾

''تم پر یہ فرض کر دیا گیا ہے کہ اگر تم میں سے کسی کو موت آ جائے اور وہ کچھ مال و دولت چھوڑے جا رہا ہو تو مناسب طور پر اپنے والدین اور رشتہ داروں کے حق میں

وصیت کر جائے۔ ایسا کرنا اہلِ تقویٰ کے ذمے حق ہے۔''(البقرہ: 180)

بعض اوقات تقسیم جائیداد کے انہی جھگڑوں سے تنگ آ کر یا اولاد کی طرف سے مورث پر دباؤ کی وجہ سے زندگی میں ہی اَز خود پیش بندی کے طور پر وہ اپنی جائیداد کو اپنی اولاد میں تقسیم کر دیتا ہے۔ اولاد کو بطور ہبہ دینے کی شرعاً گنجائش ضرور ہے، بشرطیکہ تمام ذکور واناث کو عدل وانصاف کی بنیاد پر ہبہ دیا جائے۔ بعض کو دینا اور بعض کو نظرانداز کرنا شرعاً جائز نہیں۔

جہاں تک وصیّت یعنی وہ ہدایت یا فیصلہ جو اللہ کے احکامات کے مطابق میّت جس کی ملکیت میں کچھ مال، جائیداد، نقد رقم یا بنک بیلنس ہو، اپنے ترکہ کے بارے میں کرتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد ترکہ کی تقسیم اس کی خواہش کے مطابق بھی ہو۔ یہ وصیّت صرف مال و دولت کے بارے میں ہی نہیں بلکہ یہ قضا روزوں، نمازوں، حج زکوٰۃ یا وہ احکاماتِ الٰہیہ جن کی تکمیل ابھی میّت پر باقی ہو، بیوی بچوں کے بارے میں، تدفین وغیرہ کے بارے میں بھی ہوسکتی ہے۔

وصیّت تعمیر مسجد، مدرسہ، خدمت خلق کے کام اور اسلام کی تبلیغ واشاعت یا لے پالک کے لیے کل ترکہ کے صرف ایک تہائی مال و جائیداد (پراپرٹی) کے بارے میں ہوسکتی ہے۔ لیکن ایک تہائی سے زائد مال کی وصیت پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ اسلام نے وصیت کرنے والے کی طرف سے طرف داری یا حق تلفی کا اس طرح سدباب کیا ہے کہ مورث کو ترکہ میں ایک تہائی کی حد تک وصیت کا حق دیا ہے، باقی ترکہ کی تقسیم کے اصول واضح کر دیے ہیں تاکہ عزیز واقارب کے درمیان نفرت وعداوت کی تخم ریزی نہ ہو، نیز اللہ تعالیٰ نے وراثت کے احکام کو اس اصول پر استوار کیا ہے کہ مورث کا ترکہ ان لوگوں میں تقسیم ہونا چاہیے جو اپنی قرابت داری کے اعتبار سے مرحوم کے قریبی ہوں۔ اسی طرح ایسے وارث کو عاق کرنا یعنی یہ کہہ دینا کہ میرے بعد میرے فلاں وارث کو حصہ نہ دیا جائے بھی ناقابل اطلاق ہے۔ افسوس کہ وراثت کے متعلق کتاب وسنت میں بیان کردہ اس قدر سخت وعیدوں کے باوجود ہم مسلمان اس سلسلے میں پھر بھی کھلی خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

قانون وراثت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا وَذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوۡدَهٗ يُدۡخِلۡهُ نَارًا خَالِدًا فِيۡهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ﴾

''یہ اللہ کی حدود ہیں۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اللہ کی حدود سے آگے نکل جائے، اللہ اسے دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور سخت عذاب سے دوچار ہوگا۔(النساء:13۔14)

مورث (میّت) کے اسلام میں یہ حقوق ہیں کہ اس کی تجہیز و تکفین اور تدفین کی جائے، اُس کے قرضوں ادا کیا جائے اور وصایا کی تعمیل کی جائے، اور اس کے بعد باقی ترکہ کو ورثاء میں تقسیم کیا جائے۔ حقداروں کو حقوق کی ادائیگی کا قانون، قرآن کریم میں بالوضاحت بیان ہوا ہے۔ جس کی مزید تشریح نبی کریم ﷺ اور پھر اسی طرح آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدینؓ، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین، فقہاء ائمہ کرام، اولیائے کاملین، اور بزرگانِ دین کی مسلسل اجتہادی کاوشیں تا حال جاری و ساری ہیں۔ پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، عالم اسلام میں O.I.C، اور دیگر موقر مدارس دینیہ کے دارالاً فتاء وغیرہ اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میّت کے ترکہ میں ہی ضابطہ وراثت جاری فرمایا ہے۔ اور ترکہ سے مراد وہ تمام جائز ملکیتی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ہے جو میّت چھوڑ کر فوت ہوا۔ مثلاً نقد رقم، زرعی زمین، مکان یا مکانات جو مورث (میّت) کو باپ دادا سے وراثت کے طور پر ملے ہوں یا اپنی محنت سے کمایا ہو، بشمول جملہ قابل وصول قرضہ جات اور مالی حقوق جس کا سبب ملکیّت اس کی زندگی میں ہی قائم ہو چکا تھا مگر وہ اس کی ملکیت میں موت کے بعد داخل ہوئی، یعنی اس نے کسی کمپنی کے حصص (SHARES) خریدنے کی درخواست دی تھی اور وہ حصص اس کے مرنے کے بعد الاٹ ہوئے یا اس نے پلاٹ کے لیے درخواست دی جو بذریعہ قرعہ اندازی تقسیم ہونے تھے۔ بعد وفات اس کے نام پلاٹ کا قرعہ نکل آیا۔ یعنی ہر وہ مال جو کوئی شخص چھوڑ کر فوت ہو جائے اور وہ اس کی جائز ملکیت ہو، خواہ وہ جائیداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ، خواہ موت کے وقت وہ اس کے قبضہ

میں ہو یا ابھی تک اس پر قبضہ نہ ہوسکا ہو،اسی طرح انشورنس کمپنی سے ملنے والی بیمہ کی وہ رقم جو میّت کی طرف سے ادا کردہ تھی۔ (تاہم اس کی ادا کردہ رقم سے زائد رقم ترکہ میں اس وقت تک شمار نہیں کی جائے گی جب تک کہ اس کے استعمال کے جواز کا فتویٰ اس کے ہم مسلک اہل علم سے نہ مل جائے) کیونکہ بیمہ کے بارے میں اہل علم مختلف الرائے ہیں۔یہی صورت حال آج ایسے افراد کے ترکہ کی ہے۔ جو دوہری شہریت کے حامل ہیں۔ کیونکہ انہیں شرعی مسائل وراثت کے ساتھ ساتھ ان ممالک کے مختلف قوانین کا لحاظ بھی رکھنا پڑتا ہے۔مورث کے وارثوں میں بعض نابالغ بھی ہوں تو صرف بالغ ہونے کے بعد یعنی ہر وارث تقسیم ترکہ اور قبضہ کے بعد ہی اپنا حصہ وراثت فروخت یا خیرات وغیرہ کرسکتا ہے اس سے پہلے نہیں۔

میراث یا ترکہ کے بارے میں آنحضور ﷺ نے بہت واضح ہدایات دیں اور اسے حقدار کو جلد از جلد ادا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔لیکن اگر میّت پر قرض ہو تو سب سے پہلے اس کے ترکہ میں سے اس قرض کو ادا کرنے کی تاکید فرمائی۔جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے۔:

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، إِذْ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ، فَقَالُوا: صَلِّ عَلَيْهَا، فَقَالَ: هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ ، قَالُوا: لَا، قَالَ: فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ ، قَالُوا: لَا، فَصَلَّى عَلَيْهِ، ثُمَّ أُتِيَ بِجَنَازَةٍ أُخْرَى، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ: هَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ قِيلَ: نَعَمْ، قَالَ: فَهَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ ، قَالُوا: ثَلَاثَةَ دَنَانِيرَ، فَصَلَّى عَلَيْهَا، ثُمَّ أُتِيَ بِالثَّالِثَةِ، فَقَالُوا: صَلِّ عَلَيْهَا، قَالَ: هَلْ تَرَكَ شَيْئًا؟ ، قَالُوا: لَا، قَالَ: فَهَلْ عَلَيْهِ دَيْنٌ؟ ، قَالُوا: ثَلَاثَةُ دَنَانِيرَ، قَالَ: صَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ ، قَالَ أَبُو قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَعَلَيَّ دَيْنُهُ، فَصَلَّى عَلَيْهِ (صحيح بخاری: بَابُ اِنْ أَحَالَ دَيْنَ الْمَيِّتِ عَلَى رَجُلٍ جَازَ)

حضرت سلمہ بن اکوع ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک جنازہ لایا گیا۔صحابہؓ نے عرض کیا آپ اس کا جنازہ پڑھا دیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کیا اس پر قرض ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کیا اس نے کوئی ترکہ چھوڑا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں۔تو نبی اکرم ﷺ نے اس پر نماز پڑھی پھر ایک اور جنازہ لایا گیا صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! اس پر نماز پڑھیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کیا اس پر قرض ہے؟ عرض کیا جی ہاں! اس پر قرض ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کیا اس نے کوئی ترکہ چھوڑا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا صرف تین دینار۔تو آپ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس پر نماز پڑھیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا اس نے کوئی مال چھوڑا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کیا اس پر قرض ہے؟ تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ تین دینار قرض ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے ساتھی پر نماز پڑھ لو۔حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ اس پر نماز پڑھیں اور اس کا قرض میرے ذمہ ہے۔تو آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی۔

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَأَنَا أَوْلَی بِهِ فِی الدُّنْیَا وَالآخِرَةِ، اقْرَءُ وا اِنْ شِئْتُمْ: (النَّبِیُّ أَوْلَی بِالْمُؤْمِنِینَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ ۔ الأحزاب) فَأَیُّمَا مُؤْمِنٍ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا فَلْیَرِثْهُ عَصَبَتُهُ مَنْ كَانُوا، وَمَنْ تَرَكَ دَیْنًا أَوْ ضَیَاعًا، فَلْیَأْتِنِی فَأَنَا مَوْلَاهُ

(صحیح البخاری: باب الصلاة علی من تَرَكَ دَیْنًا)

’’تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کا خود ان کی ذات سے بھی زیادہ مستحق ہوں۔اس لیے اب جو بھی مسلمان وفات پا جائے اور وہ مقروض رہا ہو تو اس کا قرض ادا کرنا میرے ذمے ہے۔اور جو مسلمان مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کا حق ہے۔‘‘

اگر مورث کا واجب الادا قرضہ اس کے ترکہ سے زیادہ ہو تو اس صورت میں تمام ترکہ،قرض خواہوں کی رقم کے تناسب سے ان میں تقسیم ہو جائے گا۔اسی طرح مورث کی کوئی چیز کسی کے پاس گروی تھی اور اس نے اس قدر مال نہیں چھوڑا کہ اسے ادا کر کے واگزار کرایا جا سکے تو وہ بھی میّت کا ترکہ شمار نہیں ہوگا۔

دورانِ ملازمت انتقال کرنے والے ورثا سرکاری ملازمین کیلئے امدادی پیکیج:

عصری وراثتی مسائل میں ایک اہم مسئلہ دورانِ ملازمت انتقال کرجانے والے سرکاری ملازمین کے ورثاء میں ترکہ کی تقسیم ہے۔ تاحال ان مسائل وراثت پر اسلامی نظریاتی کونسل کی کوئی جامع رپورٹ نہیں۔

چونکہ حکومت مختلف اوقات میں ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر امدادی پیکجو ں کا اعلان کرتی رہتی ہے۔ لہٰذا مفتیانِ دین متین اور اربابِ دارالفتاویٰ کو بھی ان جدید تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اِن وراثتی مسائل میں نئے اسالیب واجتہاد کی ضرورت ہے۔ موجودہ انتظامی امور سے متعلق زیادہ تر قوانین (RULES) مغرب کا چربہ ہیں۔ جبکہ اسلامی نظام حکومت کے روشن پہلوؤں سے ناآشنا اربابِ اقتدار صرف کسی مقتدر طبقہ کی خوشنودی کی خاطر بےمحل اعلانات کرتے رہتے ہیں جن کے پس منظر میں حکومتی سطح پر اسلامی نظریاتی کونسل اور سپریم کورٹ (شریعت بینچ) جیسے مؤقر ادارے کے نظائر موجود نہیں ہوتے۔ جس کی وجہ سے جو وراثتی مسائل جنم لیتے ہیں وہ آج ہماری عدلیہ کے لیے بھی دردِ سر بنے ہوئے ہیں۔ البتہ اہل علم و دانش کے عملی وظائف میں بھی یہ شامل ہونا چاہیے کہ آیا ان حکومتی پیکجو ں میں ورثاء میں تقسیم وراثت کس حد تک شریعت حقہ کے مطابق ہے۔ پنشن ہو یا دیگر حکومتی فنڈ ان تمام مالی امور میں کسی تشریعی ادارے کی ماہرانہ رائے کا عمل دخل بہت کم ہے۔ اربابِ اقتدار کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ زریں فیصلہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ قومی وملکی امانت کے بارے میں ذاتی پسند و ناپسند کا عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ ملکی خزانہ کے امین ہونے کی حیثیت سے کم ازکم ان کے ہر مالی اقدام کی بنیاد مغرب کی نقالی نہیں بلکہ صرف شرعی احکام ہونا چاہئیں۔ عدل وانصاف کی بات تو غیرمسلم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ انھوں نے صاحبین رضی اللہ عنہما کے نظام مالیات سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے اپنے ممالک میں ان فلاحی اقدام کو بروئے کار لاکر فلاحی معاشروں کی تشکیل کی ہے۔

دورانِ ملازمت انتقال کرجانے والے ملازمین کے بارے میں موجودہ حکومتی پیکیج پر راقم السطور کی یہ واضح رائے ہے کہ مروّجہ حکومتی قوانین میں جو مالی ثمرات آج میسر ہیں وہ یقیناً وہ قابل صد تحسین ہیں۔ مگر یہ امر تشنہ طلب ہے کہ ان پیکجو ں کا کون سا حصہ ورثاء میں ایک ترکہ کی

حیثیت سے قابل تقسیم ہے اور کون سا نا قابل تقسیم؟۔ ایک غیر شرعی شق جوان پیکجوں میں موجود ہے وہ یہ کہ بیوگان کا نکاح کی صورت میں پنشن اور دیگر مالی ثمرات سے محرومی ہے۔ اگر یہ مالی ثمرات قابل تقسیم ترکہ کی صورت میں ہر وارث کو مستقلاً موصول ہو جاتے اور کسی قسم کی غیر شرعی شرط نہ رکھی جاتی تو یقیناً اللہ کی رحمتوں کا نزول اور عوام کی فلاح و بہبود دونوں مقاصد بدرجہ اتم پورے ہو جاتے۔

ملازمین کے واجبات کا دورانیہ سرکاری جامعات میں تو ملازمت کے پورے پچیس سال اور حکومتی اداروں میں پورے ساٹھ سال کی عمر پر محیط ہے۔ ان واجبات اور مالی ثمرات کے بارے میں بہت کم ابہام ہے۔ تاہم دورانِ ملازمت سرکاری ملازمین کی وفات کی صورت میں ان کے ورثاء کو حکومت کی طرف سے جو اضافی مالی ثمرات وفوائد میسر ہیں ان کی تقسیم کے بارے میں بھی جدید اجتہادی کاوشوں کی از حد ضرورت ہے تاکہ خاندانی امن وسکون اور باہمی محبتیں ماند نہ پڑیں۔ مختلف دینی اداروں کے دارالفتاویٰ اس معاملے میں بھی مختلف الرائے ہیں اور اس بارے میں مختلف فتاویٰ بھی موجود ہیں۔ عامۃ الناس تو متذبذب ہیں کہ آیا کس فتویٰ پر عمل کیا جائے؟ جہاں تک ان مالی ثمرات کا تعلق ہے جو مخصوص ورثاء کے لیے حکومت نے مختص کر دیے ہیں ظاہر ہے کہ ان میں کوئی دوسرا وارث شریک نہیں ہو سکتا۔ لیکن جہاں امدادی رقوم کے بارے میں ابہام ہو اور کوئی حکومتی وضاحت بھی موجود نہ ہو اور نہ ہی ان کے بارے میں کوئی متفقہ شرعی فیصلہ موجود ہو تو وہاں ورثاء میں بہرحال یہ تردّد تو باقی رہے گا کہ اس کی تقسیم کیسے ہو؟ مثلاً مرحوم ملازم کی وفات پر یکمشت گرانٹ۔ آیا وہ دیت کی طرح ورثاء میں قابل تقسیم ترکہ شمار ہوگی یا جس کے نام جمع ہو اسی کی ملکیّت ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ بیوروکریسی کے فیصلوں کے پس منظر میں تقسیم وراثت کے شرعی اصول پیش نظر نہیں ہوا کرتے۔ وہ صرف حالات کے تابع ہوا کرتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے جب ورثاء میں سے کسی کے اکاؤنٹ میں رقم جمع ہوتی ہے تو کوئی شرعی تقسیم کی ہدایات ملتیں۔ لہٰذا جب دینی طبقوں کی طرف رجوع ہوتا ہے تو ان کے مختلف فتاویٰ سے خاندانوں میں بے چینیاں جنم لیتی ہیں۔ تاہم ان مختلف الرائے فتاویٰ جات میں بھی مسلکاً، مذہباً حق کی تلاش اپنی اپنی استطاعت کے مطابق ہر مسلمان پر واجب ہے۔ یہ بات تو واضح ہے کہ حکومتی امدادی پیکیج سرکاری ملازمین کی قربانیوں کا ہی نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ نہ کہ ورثاء میں سے کسی کی محنت کا ثمر۔ اور اس امدادی

پیکیج سے سرکاری ملازمین کے ورثاء ہی مستفید ہوسکتے ہیں۔لہٰذا اس امدادی پیکیج کی شرعاً منصفانہ تقسیم ہی خاندان کی بقاء اوران میں پیدا ہونے والے نزاع کا واحد حل ہے۔عصر حاضر میں عجلت انسانی شعار بن چکی ہے۔ ہر فانی انسان نے خدا کے حضور جواب دہ ہونا ہے۔اور خوف خدا ہی انسان کو احکام شریعت پر کاربند رکھ سکتا ہے۔گو موجودہ حکومت کے سرکاری ملازمین کے حق میں زریں کارناموں میں ایک درج ذیل قابل صد تحسین موجودہ امدادی پیکیج بھی ہے۔

☆ ورثاء کو یکمشت گرانٹ(Deceased Grant) میں قابل قدر اضافہ

☆ مرحوم کے اہل خانہ کو اس کی سروس اور آخری تنخواہ کے مطابق 100 فیصد پنشن

☆ ورثاء کو سرکاری مکان یا ریٹائرمنٹ کی مدت تک مکان کا کرایہ حاصل کرنے کی اجازت

☆ مرحوم کے تمام بچوں کو کسی بھی سرکاری تعلیمی ادارے میں گریجویشن تک مفت تعلیم کی سہولت (ٹیوشن فیس، کتب سے متعلقہ مواد، گزارہ الاؤنس)

☆ کوئی پلاٹ الاٹ نہ ہونے کی صورت میں پلاٹ کے بدلے گریڈ وائز گرانٹ

☆ ملازمین کے بچوں کا گریڈ 1 تا 15 کی اسامیوں پر بلا اشتہار دو سالہ کنٹریکٹ

☆ مرحوم کے اہل خانہ کو ایک بیٹی کی شادی پر خصوصی گرانٹ

☆ دورانِ سروس مرحوم کی اہلیت کے مطابق اسکے خاندان کو حاصل مفت طبی سہولیات

☆ اے جی پی آر یا صوبائی اے جی آفس کی طرف سے منظور شدہ تنخواہوں پر ایڈوانس کی صورت میں غیر ادا شدہ رقم معاف

☆ ماہانہ بنیادوں پر بینوولینٹ فنڈ گرانٹ ☆ فیملی پنشن

☆ ڈائریکٹ کریڈٹ سکیم (پنشن کی آن لائن ادائیگی) کے لیے آپشن فارم

☆ پیشگی پنشن (مجموعی پنشن کا 80 فیصد)

☆ عمومی پراویڈنٹ فنڈ ☆ متوفی کے خاندان کو جی پی فنڈ کی قابل ادائیگی رقم

مرحوم سرکاری ملازمین کے ترکہ کے بارے میں فتاویٰ:

گو حکومتی مالی امدادوں کے بارے میں کثیر تعداد میں فتاویٰ جات موجود ہیں جو یقیناً قابل تعریف فقہی خدمات ہیں اور یہ فقہی اختلاف ان مالی ثمرات کے تمام پہلوؤں پر محیط ہیں تا کہ

محققین کے لیے اس سے مزید تحقیق کے راستے کھل سکیں۔لیکن یہ اختلاف اشکال اور پیچیدگیوں کو دور نہیں کرتے۔ لاکھوں رحمتیں اور برکتیں ہوں ان مختلف مسالک کے فقہاء پر جنھوں نے اپنی پُر مغز معلومات وتحقیقات مسلم اُمہ کی فلاح و بہبود کے لیے بہم پہنچائیں۔

قارئین کی معلومات میں اضافہ کی خاطر ''مشتے از خروارے'' چند فتاویٰ جات دیے جارہے ہیں:۔

''میّت کی پنشن جواس کی زندگی میں حکومت یا کسی ادارہ کے ذمے واجب ہوچکی تھی، وہ میّت کا ترکہ شمار ہوگی کیونکہ یہ رقم حسب قواعد ملازمت ایک مدت کے اختتام پر ملازم کا حق قرار پاتی ہے اور یہ حق قابل چارہ جوئی عدالت ہوتا ہے۔ مورث کے پنشن کے بقایا جات جواس کی موت کے بعد وصول ہوں ان کا شمار بھی ترکہ میں ہوگا جو ورثاء میں قابل تقسیم ہوگا۔ اگر پنشن حکومت یا ادارہ کی طرف سے انعام بھی ہو، جیسا کہ بعض اہل علم کا خیال ہے تو بھی اس انعام کو میّت کے ترکہ میں ہی شمار کیا جائے گا، جیسا کہ مقتول کی دیت کواس کے ترکہ میں شمار کرکے ورثاء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔'' (فتاویٰ اصحاب الحدیث ج2 ص275) /www.urdufatwa.com

☆ اسی طرح پراویڈنٹ فنڈ، گروپ انشورنس، ملازمین کے ورثاء کی مالی امداد بھی ترکہ میں شامل ہے۔

shaheedeislam.com/aap-k-masaul-or-un-ka.../1455-wirasat

اگر سب بھائی بہن، والد اور مورث کے دیگر وارثین جن میں کوئی شرعاً نابالغ نہ ہو تو مورث کی پراویڈنٹ فنڈ کی رقم سے عمرہ کر سکتے ہیں، اور اگر سب وارثین اجازت نہ دیں یا ان میں کوئی نابالغ ہو تو پراویڈنٹ فنڈ کی رقم کی تقسیم حسب ضابطہ وراثت ہوگی۔

www.darulifta-deoband.com/home/qa_ur/Inheritance--Will/39

☆ ملازمین کا جی پی فنڈ (ملازم کی تنخواہ سے جی پی فنڈ کی رقم پر حکومت جو سود دیتی ہے وہ جبری اور غیر اختیاری طور پر رقم کاٹ لی جاتی ہے، اور پھر اتنی ہی رقم کا اضافہ ادارے کی جانب سے ہو کر اس کے فنڈ میں وہ روپیہ جمع ہوتا رہتا ہے، اس اضافے پر سود کی تعریف صادق نہیں آتی، لہٰذا اس کا لینا، جائز اور حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند)

www.darulifta-deoband.com/home/qa_ur/Halal--Haram/10/?...

☆ مرحوم کی تنخواہ (جو حالت حیات میں ان کی جمع رہی ہو) یا فنڈ جو مرحوم کی تنخواہ سے کسی مد میں جمع ہوا ہو یہ مرحوم کا ترکہ بنے گا جس میں مرحوم کی بیوہ کے ساتھ مرحوم کے والدین بھی اپنے اپنے حصہ شرعی کے حقدار ہوں گے، مذکورہ رقمیں اگر محکمہ نے بیوہ کے اکاؤنٹ میں ڈال دی ہوں تو بھی وہ مرحوم کا ترکہ بنیں گی اور والدین اس میں حصہ دار ہوں گے۔

تخریج مسئلہ کی اس طرح ہوگی: بیوہ=۳ باپ=۷ ماں=۲

www.darulifta-deoband.com/home/ur/Inheritance--Will/56495

☆ دورانِ سروس سرکاری ملازم کی وفات پر وراثت میں واجبات: پنشن، گریچوٹی، پرووڈنٹ فنڈ، تنخواہ تا 60 سال، پلاٹ، یا کوئی اور مراعات۔ جو اس کی بیوہ کو سرکار کی طرف سے ملتے ہیں۔ وہ شریعت کے مطابق تمام ورثا میں تقسیم ہوں گے۔اس کے علاوہ کوئی بھی فنڈ ہوا تو اسی نسبت سے ورثاء میں تقسیم ہوتا رہے گا، چاہے ہر ماہ یا سال بعد۔

مفتی:عبدالقیوم ہزاروی: 26- 03- 2013 /www.thefatwa.com

☆ پنشن وراثت کے حصوں کے مطابق تقسیم ہوگی اور ہر ماہ حاصل ہونے والی پنشن کو ورثاء میں شرعی حصص کے حساب سے تقسیم کیا جاتا رہے گا۔

محدث فتویٰ /www.urdufatwa.com فتاویٰ جات فتویٰ نمبر:10557

مرحوم ملازمین کے سرکاری واجبات کے بارے میں ہائی کورٹ کے فیصلے:

☆ لیوسیلری، لیوانکیشمنٹ، گریجویٹی بھی ملازمین کے ورثاء کا فطری ترکہ ہے

"General Provident Fund, leave salary, leave encashment and gratuity being in nature of tarka should go to the legal heirs of the deceased." (2014 C L C 126 Peshawar)

☆ گروپ انشورنس، مالی امداد اور بنیویلنٹ فنڈ کو ادارے کے سروس رولز کے مطابق تقسیم کرنے کا فیصلہ ہے۔

"Group insurance, financial assistance and benevolent fund which did not fall within the ambit of tarka were just grant and grantee was empowered to distribute the same as per rules and regulations of service or any provision of

law---Order of Trial Court was in accordance with law."
(2014 C L C 126 Peshawar)

اسلام نے ورثاء کے حصے واضح طور پر طے کر دیے ہیں اور ہر شخص کے ترکہ کے حق دار مقرر کر دیے ہیں کسی کے لئے یہ روا نہیں کہ ان سے راہ فرار اختیار کرے۔ جیسا کہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَنْ فَرَّ مِنْ مِيرَاثِ وَارِثِهِ، قَطَعَ اللّٰهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (سنن ابن ماجه: باب الحيف في الوصية)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے وارث کی میراث سے راہِ فرار اختیار کی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے حصے کو روک لیں گے۔''

عصر حاضر میں شرعی تقسیم میراث کے انٹرنیٹ پر جدید طریقے متعارف ہو چکے ہیں۔ جو نہایت آسان اور عام فہم ہیں جنہیں ہر آدمی استعمال کر کے اپنا حصہ وراثت معلوم کر سکتا ہے۔ مثلاً وراثت کلکولیٹر، وراثت کمپیوٹر پروگرام وغیرہ۔ عوام الناس کی ان طریقوں سے آگاہی ان کا ایک شرعی فریضہ بھی ہے۔

(ادارے کا مضمون نگار کے حاصل مطالعہ کے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔)

ای میل: 27-08-16

اصل چہرہ نقاب سے باہر

محمد فہیم

(ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور، 6 ستمبر 2016ء)

یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ ایم کیو ایم کے لیڈر الطاف حسین نے کئی سال پہلے بھارت یاترا کے موقع پر یہ گوہرافشانی کی تھی ”کہ ہمارے بزرگوں نے تاریخ کی سب سے بڑی غلطی یہ کی تھی کہ انہوں نے قربانیاں دے کر پاکستان بنایا تھا“۔ یہ بیان یقیناً اس خبث باطن کی نشاندہی کے لیے کافی ہے جو عرصۂ دراز سے الطاف کے دل کے اندر چلا آ رہا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایسے آدمی کی اس پاک سرزمین کے ساتھ خلوص و اخلاص کی کیفیت کیا ہے۔ گزشتہ کئی سالوں سے انگلستان میں بیٹھ کر الطاف حسین پاکستان کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے مترادف جو بیانات دیتا آ رہا ہے وہ نہ صرف یہ کہ اس کی پاکستان کے ساتھ غداری پر دلالت کر رہے ہیں بلکہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ابھی تک حکومت پاکستان کی طرف سے ان بیانات کو بنیاد بنا کر اس خود ساختہ جلاوطن شخص کے خلاف کوئی مؤثر اقدام نہیں کیا۔ اس کا بڑا سبب صرف یہ حقیقت ہو سکتی ہے کہ ایم کیو ایم بحیثیت مجموعی پاکستان دشمن جماعت نہیں رہی، اس میں بہت سارے رہنما پاکستان کے ساتھ مخلص اور اس کے تحفظ کے لیے دیگر محبّ وطن لوگوں کی طرح کام کرتے آ رہے ہیں۔ اب اس جماعت کی ٹاپ لیڈرشپ نے جو الطاف حسین کی شکل میں لندن براجمان ہے، ایسے بیانات دینا شروع کیے ہیں کہ اس سے پورے طور پر پاکستان دشمنی اور غداری چھلک رہی ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ الطاف حسین نے پاکستان کے خلاف نعرے لگوا کر اپنے آپ کو مزید بے نقاب

کر دیا ہے۔ چونکہ پاکستان ایک ’’مملکت خداداد‘‘ ہے جو خالص معجزانہ طور پر وجود میں آچکا ہے اور یہ بات نوشتۂ دیوار ہے کہ مستقبل میں اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور اُمت مرحومہ کی دوبارہ بیداری کا کام اس سرزمین ہی کے ساتھ متعلق ہے۔ لہٰذا جب بھی کوئی پاکستان دشمن خواہ وہ الطاف حسین کی شکل میں ہے یا مودی، حسینہ واجد یا کرزئی کی شکل میں ہے، اس ملک کو زک پہنچانے کا مذموم خیال لے کر اٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کے لیے کوئی سبیل نکال لیتا ہے، چنانچہ سندھ میں ایم کیو ایم کے اندر چھپے ہوئے پاکستان دشمن، عوام دشمن اور قوم دشمن عناصر کے خلاف پاکستان کی مسلح افواج نے رینجرز کے ذریعے جو کارروائی شروع کی ہے الحمدللہ وہ بار آور ثابت ہو رہی ہے اور یہ کہ نہ صرف ہزاروں تخریب کار، دہشت گرد، بھتہ خور، اغوا کار ہلاک اور گرفتار ہو رہے ہیں بلکہ اس دوران ایسے بظاہر سیاسی عناصر اور اندرون میں غداری کے مرتکب افراد بھی بے نقاب ہو رہے ہیں۔ قوم بحیثیت مجموعی مکمل طور پر اپنی مسلح افواج کے پشت پر ہے اور اسے یقین ہے کہ سندھ سے بہت جلد ’را‘ کے ایجنٹوں اور پاکستان دشمن غداروں کا خاتمہ کیا جائے گا۔ قوم کو اُمید ہے کہ اب الطاف حسین جیسے غداروں کو مزید کوئی مہلت نہیں دی جائے گی۔ ہمیں یہ امید ہے کہ مرکزی اور سندھ کی صوبائی حکومتیں اپنی سیاسی ترجیحات کو ایک طرف رکھ کر ملک وقوم کے عظیم مفاد کے لیے ہر وہ کارروائی کرنے سے دریغ نہیں کریں گی جو ملک کے غداروں کے خلاف ناگزیر ہو۔ اب یہ محض الزامات نہیں رہے کہ ایم کیو ایم کے اندر ایسے عناصر کافی تعداد میں موجود ہیں جن کا براہ راست بھارت کی ایجنسیوں خصوصاً ’را‘ کے ساتھ تعلق ہے اور یہ سب کچھ الطاف کی سرپرستی میں ہو رہا ہے۔ الطاف کا اصل چہرہ اب نقاب سے باہر آیا ہوا ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ ہماری سول حکومتیں بھی اسی طرح قوم دوستی کا ثبوت دیں جس طرح کہ ہماری مسلح افواج کے جواں اپنی جان خطرے میں ڈال کر پاکستان کی بقا اور حفاظت کے لیے مختلف محاذوں بشمول کراچی پر برسرپیکار ہیں۔ دوسری طرف اب یہ بات ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ الطاف حسین اور اس کے مخصوص لوگوں کی غداری کے لیے کسی بھی ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ لہٰذا ایم کیو ایم کے اندر مخلص اور اچھے لوگ اب کسی دھوکہ اور اشتباہ میں نہ رہیں بلکہ کھلم کھلا اس غدار ٹولے کے خلاف اٹھ کر کے اپنے پاکستان دوستی کا ثبوت دیں۔ اب نوشتہ دیوار بالکل سامنے ہے کہ یہ بہروپیا بہت جلد اپنے منطقی انجام کو پہنچے

گا اور ساتھ ہی ملک کے اندر اس جیسا سوچنے اور سازشیں کرنے والے دیگر عناصر بھی اپنے انجام سے دوچار ہوں گے۔قوم اپنی مسلح افواج اور خصوصاً کراچی اپریشن کرنے والے رینجرز کے زیرِ احسان ہے جنھوں نے ایم کیو ایم کی عسکری قوت کو ختم کر کے کراچی میں امن بحال کرنے کی راہ ہموار کی ہے۔

نریندر مودی کی بلوچستان کے بارے میں ہرزہ سرائی دراصل الطاف حسین اور اس کے ٹولے جیسے غداروں کی مرہونِ منّت ہے۔ یہ غدار کلبوشن یادیو جیسے ’را‘ کے ایجنٹوں کے ساتھ مل کر پاکستان کی بنیادیں کھدوا رہے ہیں۔مودی نے کشمیر میں بھارتی مظالم سے دنیا کی توجہ ہٹانے کے لیے پاکستان کے خلاف اور سازشوں کے علاوہ بلوچستان کی صورت حال کو اس شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ اگر بھارت کشمیر میں ظلم کے پہاڑ ڈھا رہا ہے تو پاکستان بھی بلوچستان میں وہی کچھ کر رہا ہے۔ جبکہ دنیا مانتی ہے کہ بلوچستان اور کشمیر کے حالات اور تاریخی پس منظر میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ کشمیر نہ صرف متنازعہ قضیہ ہے بلکہ سلامتی کونسل کا وہاں پر استصواب رائے کرانے کا فیصلہ بھی ریکارڈ پر ہے۔ بلوچستان میں بھارتی خفیہ ایجنسی جو تخریب کاری کرا رہی ہے وہ اب کوئی راز نہیں رہا جبکہ کشمیر میں کوئی دہشت گردی نہیں بلکہ وہاں بھارت سے آزادی کی تحریک ہے جس میں کشمیری نوجوان، بچے اور خواتین اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ یہ ایک ایسی تحریک ہے جس میں بیک وقت ہزاروں لاکھوں جان نثار قابض بھارتی درندوں کے مظالم کے سامنے سینہ کھول کر نکل رہے ہیں۔ یہ مقامی تحریک ہے اور کشمیری بہرصورت آزادی چاہتے ہیں۔افسوس کی بات یہ ہے کہ کشمیر کے متعلق اقوامِ متحدہ اور عالمی برادری اپنی ذمہ داری سے کنی کترا رہی ہیں۔اس سے زیادہ افسوس ناک امر یہ ہے کہ پاکستانی وزیر اعظم نواز شریف،مودی کو کوئی موثر جواب دینے کی بجائے پُر اسرار طور پر خاموشی اختیار کر کے کشمیر کی طرف سے پاکستانی لیڈر شپ پر عائد شدہ ذمہ داری سے آنکھیں بند کر رہے ہیں۔ یہ وقت ہے کہ پاکستان تمام بین الاقوامی فورم اور اقوامِ متحدہ میں کشمیر کے مسئلہ کو ڈپلومیسی کے ذریعے از سرِ نو اجاگر کرے، جس طرح کہ کشمیری عوام نے سر پر کفن باندھ کر اپنی آزادی کے لیے آخری اقدام کی طرف قدم بڑھائے ہیں۔

تنازعۂ کشمیر، UNO اور بڑی طاقتوں کی منافقت اور بے حسی کا مظہر ہے

ابو فیصل محمد منظور انور

انگریز سولہویں صدی میں تجارت کی غرض سے آئے، مراعات لیں اور بدنیتی سے برعظیم جنوبی ایشیا کے قلب دہلی پر 1803ء میں قابض ہو چکے تھے۔ مگر مسلمانوں نے دل سے انگریزوں کی غلامی کو کبھی بھی قبول نہ کیا تھا اور انگریزوں کے خلاف جدوجہد آزادی جاری رکھی اور دو صدیوں کی غلامی کے دور میں بھی آزادی کی خاطر جان و مال کی قربانیاں دینے کی لازوال مثالیں قائم کیں۔ بالآخر 1906ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھ کر ایک مضبوط سیاسی تحریک شروع کی گئی جو 1940ء میں قراردادِ پاکستان کی منظوری کی صورت میں مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن پاکستان کے مطالبے پر منتج ہوئی اس طرح تحریک آزادی کے سفر میں تیزی آتی گئی اور 27 ویں رمضان المبارک 1366ھ۔ 14 اگست 1947ء کے دن مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن پاکستان کا قیام عمل میں آ گیا۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے برطانوی سازش کو پروان چڑھاتے ہوئے ضلع گرداسپور کو مشرقی پنجاب میں شامل کر کے کشمیر کے تنازعہ کی بنیاد رکھی جس کا خمیازہ مظلوم کشمیری آج تک بھگت رہے ہیں حالانکہ تقسیم برصغیر کے وقت ریاستوں کو پاکستان یا ہندوستان کے ساتھ الحاق کرنے یا پھر اپنی آزاد حیثیت کو برقرار رکھنے کا اختیار دیا گیا تھا مگر تقسیم ہند کے فوری بعد بھارت نے عالمی معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے 1947ء میں ہی مسلم اکثریتی ریاست کشمیر

سمیت حیدر آباد دکن، جونا گڑھ، منادر اور دیگر مسلمان اکثریتی علاقوں پر غیر قانونی طور پر طاقت کے بل بوتے پر قبضہ کر لیا تھا جذبہ حریت سے سرشار کشمیری مسلمانوں اور قبائلیوں نے مل کر جہاد کیا اور وادی کشمیر کا 5 ہزار مربع میل کا علاقہ بھارتی چنگل سے آزاد کرالیا جہاں آج آزاد کشمیر کی حکومت ہے مگر ابھی تک تقریباً 80 ہزار مربع میل علاقہ گزشتہ 69 سالوں سے بھارت کے ناجائز قبضہ میں ہے۔ جب کشمیری مسلمانوں اور قبائلی مسلمان مجاہدین نے مل کر جہاد شروع کیا تو بھارت جھوٹا واویلا کرتے ہوئے اقوام متحدہ چلا گیا اور اس سے فیصلے کی درخواست کی اقوام متحدہ نے 1948ء سے 1952ء تک اور پھر بعد ازاں کل 22 قراردادیں منظور کیں جس میں کشمیریوں کو ان کے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کے لیے رائے شماری کا حق دیا گیا ہے بھارتی غاصب حکمران 69 سالوں سے کشمیر پر طاقت کے بل بوتے پر قبضہ کیے ہوئے ہیں مگر کشمیری عوام آزادی کی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں اب تک 5 لاکھ کشمیری شہید ہو چکے ہیں لاکھوں زخمی ہیں قید ہیں لاپتہ ہیں اور ان کی اربوں روپے مالیتی املاک کو نذر آتش کر دیا گیا ہے وادئ کشمیر میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جارہی ہے، 2 کروڑ مظلوم کشمیری مسلمانوں کو حق خودارادیت دلانا نہ صرف پاکستانی قوم بلکہ اُمت مسلمہ پر فرض ہے۔ جس سے پہلو تہی پر انھیں اللہ تعالیٰ کے حضور جوابدہی کے عمل سے گزرنا ہوگا۔ ہندو سامراج نے پاکستان کے وجود کو دل سے کبھی تسلیم ہی نہیں کیا اور پاکستانی سالمیّت کو نقصان پہنچانے کے لیے ابھی تک سازشیں کر رہا ہے۔ بھارتی خفیہ ایجنسی ’را‘ کے گرفتار جاسوس کلبوشن کے انکشافات پاکستانی حکمرانوں و عالمی امن کے ٹھیکیداروں کی آنکھیں کھولنے لئے کافی ہیں۔

پنڈت نہرو نے یو این او سے رجوع کیا تو 13 اگست 1948ء میں جو قرارداد منظور ہوئی اس میں واضح طور پر لکھا تھا:

"The question of the accession of the state Jamu and Kashmir to India or Pakistan will be decided through the democratic method of free and impartial plebiscite"

مگر یہ وعدہ آج تک وفا نہ ہوا۔ یو این او کے ہر آنے والے سیکرٹری جنرل کی میز پر کشمیر کے مستقبل بارے منظور ہونے والی قراردادیں موجود ہوتی ہیں جن میں لکھا ہے کہ سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ کمیشن کی رائے سے کشمیر میں Plebiscite ایڈمنسٹریٹر مقرر کریں گے جن کی غیر جانبداری،

اصول پرستی اور ایمانداری مسلمہ ہوگی اور جسے فریقین کا اعتماد حاصل ہوگا۔

31 اکتوبر 1947ء کو ہندوستان کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو نے لیاقت علی خان کو سرکاری ٹیلیگرام بھیج کر یہ وعدہ کیا تھا کہ جیسے ہی امن ہوگا اور حالات بہتر ہوں گے ہم اپنی تمام فوجیں کشمیر سے نکال لیں گے اور اس بات کا فیصلہ رائے شماری کے ذریعے کرایا جائے گا اور کشمیریوں کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ پاکستان یا بھارت کس کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ میرا اور بھارتی حکومت کا یہ وعدہ صرف پاکستان سے ہی نہیں بلکہ کشمیریوں اور تمام دنیا بھر سے بھی ہے کہ ہم رائے شماری کے نتائج کا پوری ایمانداری اور سپرٹ سے احترام کریں گے۔

"…our assurance that we shall withdraw our troops from Kashmir as soon as peace and order is restored and leave the decision regarding the future of the State to the people of the State is not merely a promise to your Government but also to the people of Kashmir and to the world."

(Jawaharlal Lal Nehru, Telegram No. 25, October 31, 1947, to Liaqat Ali Khan, PM of Pakistan)

بھارت کے سابق سیکرٹری اطلاعات ونشریات ایس ایس گل کی کتاب The Dynesty کے یہ الفاظ پڑھنے کے قابل ہیں:

"For India Kashmir has become self inflicted wound that has bled her over the years and destroyed India's foreign policy"

ایس ایس گل یہ حقیقت تسلیم کرتے ہیں کہ کشمیر پر بھارت کی کمزور پوزیشن نے اسے اخلاقی طور پر سفارتی محاذ پر ختم کر کے رکھ دیا ہے کشمیر پر بھارتی قبضہ سراسر ناجائز، غیر منصفانہ اور untanable ہے یہ تاریخی جملہ عظیم لیڈر نیلسن منڈیلا نے NAM کانفرنس میں اپنی صدارتی تقریر کے دوران بھارتی وفد کے ڈیسک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا انہوں نے دنیا کو وارننگ دیتے ہوئے کہا کہ اگر جلد ہی کشمیر کا کوئی پرامن تصفیہ نہ کرایا گیا تو یہ گلوبل امن اور علاقائی سلامتی کے لیے سنگین خطرات کا باعث ہوسکتا ہے۔ 21ویں صدی کی پوری دنیا اس کی لپیٹ میں آجائے گی اور پھر NAM جیسی تنظیمیں بھی بے معنی ہو کر رہ جائیں گی۔ 26 مارچ 2004ء کو برطانیہ کے وزیر خارجہ جیک سٹرا نے پشاور یونیورسٹی کے ایریا سٹڈی سنٹر میں ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا پاکستان اور انڈیا

کے درمیان 1947ء سے جاری مسئلہ کشمیر اگر حل ہو جاتا ہے تو اس سے اسلام اور مغرب کے درمیان غلط فہمی اور نفرتوں کا سلسلہ بھی کم ہو کر ختم ہو جائے گا۔ بھارت کی چالوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک طرف ان کا دفتر خارجہ نئی شرائط کے ساتھ مقبوضہ کشمیر کے مسئلے پر مذاکرات کی بات کرتا ہے تو دوسری جانب تحریک آزادیٔ کشمیر کو طاقت کے بل بوتے پر دبانا چاہتا ہے۔ دراصل امریکہ، بھارت اور اسرائیل مل کر نہ صرف کشمیر بلکہ پاکستان کے خلاف سازشیں کر کے اس مسئلہ کو دبانا چاہتے ہیں جو ازل سے پاکستان کو کمزور کرنے کی پالیسی پر گامزن ہیں۔ بدقسمتی کی بات ہے کہ روس کے شہر اوفا میں وزیر اعظم نواز شریف اور نریندر مودی کے درمیان ملاقات کے دوران مسئلہ کشمیر کو بالکل نظر انداز کیا گیا اور جو مشترکہ اعلامیہ جاری ہوا اس میں کشمیر کے ذکر تک سے گریز کیا گیا۔

پچھلے دو ماہ سے کشمیر میں بھارتی فوج نے طاقت کا ظالمانہ، بے دریغ استعمال شروع کر رکھا ہے۔ 100 کے قریب نہتے کشمیری مسلمان شہید ہو چکے ہیں اور ہزاروں شدید زخمی ہیں۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ اس مسئلہ پر بین الاقوامی برادری تو دور کی بات مسلم ممالک بھی پاکستانی حکومت کا ساتھ دینے کے لیے تیار نظر نہیں آتے۔ یہ بھی بدقسمتی ہے کہ موجودہ حکومت دوست ممالک کی بھی سفارتی سطح پر مکمل حمایت حاصل نہیں کر سکی۔ یہ بات طے ہے کہ مسئلہ کشمیر مذاکرات سے نہیں صرف اور صرف عملی جہاد سے ہی حل ہوگا۔ ہندو بنیا حیلے بہانے کر کے اس دیرینہ مسئلے کو طول دے کر ختم کروانے کی ناکام کوششوں میں مصروف ہے مگر اسے جلدی یا بدیر اپنا ناجائز قبضہ ختم کرنا ہوگا۔ حالیہ دنوں میں کشمیری مسلمان نوجوانوں نے جذبہ آزادی سے سرشار ہو کر تحریک آزادی کو نئے رخ پر ڈال دیا ہے امید ہو چلی ہے کہ آزادی کی تحریک کامیابی سے ضرور ہمکنار ہوگی۔ اقوامِ عالم مصلحت کوشی کی پالیسیوں کو خیر باد کہہ رہی ہیں دنیا میں آزادی کی تحریکوں کو کامیابیاں مل رہی ہیں وہ دن دور نہیں جب ہمارے کشمیری بھائی آزاد ملک میں رہ رہے ہوں گے۔ قائداعظم مرحوم نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیا تھا تو ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے آزادی کشمیر کے لیے ہزار سال تک جنگ لڑنے کا اعلان کیا تھا۔ مگر اس وقت دونوں پارٹیاں زبانی کلامی بیانات تک محدود ہیں۔ کشمیر کمیٹی کے چیئرمین صرف سیر سپاٹے پر رہتے ہیں۔ حکومت اور اپوزیشن میں بیٹھے سیاسی اکابرین کا فرض ہے کہ وہ مظلوم کشمیریوں کی آزادی کے لئے دی گئی قربانیوں کا ادراک کریں اور اپنے تئیں پر خلوص کوششیں کر کے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے پورا زور لگا دیں۔

رُحماءُ بینھم

ویلفیئر ٹرسٹ رجسٹرڈ جامعہ محمدی شریف، چنیوٹ

اظہارِ براءت

بسلسلہ تذکرہ مولانا محمد نافعؒ مؤلف حافظ عبدالجبار سلفی

حضرت مولانا محمد نافع (جامع محمدی شریف چنیوٹ) کی تمام تالیفات اور تحریرات اس امر کا زندہ ثبوت ہیں کہ دوسرے مسالک کے علماء کرام اور نظریاتی مخالفین سے علمی اختلاف کے باوجود ان کی تحقیر یا ذات کو ہدفِ تنقید بنانا آپ کے مزاج اور اسلوبِ تحریر میں شامل نہ تھا یہی وجہ ہے کہ فاضل مؤلف جناب حافظ عبدالجبار سلفی نے بعض تحریروں میں علماء پر غیر ضروری تنقید لکھی۔ جس کی وجہ سے پہلی ہی ملاقات میں ان کی اس روش اور عادت پر سرزنش اور سخت لہجہ میں تنبیہ فرمائی۔ فاضل مؤلف مذکور نے جب ’تذکرہ مولانا محمد نافع‘ مرتب کیا تو اس میں بہت ساری قابل اعتراض وغیر ضروری چیزوں کے علاوہ اپنی دیرینہ عادت کے مطابق کئی زندہ اور مرحوم علماء اور شرفاء کو بلاضرورت تنقید کا نشانہ بنایا اور ان کی ذاتیات پر کیچڑ اچھالا۔ موصوف سے درخواست کی گئی کہ اس طرح کی چیزوں کو تذکرہ میں شامل نہ کریں تاکہ کسی کی دل آزاری نہ ہو، دوسرے یہ روش صاحب تذکرہ کے مزاج اور اسلوبِ تحریر سے بھی مطابقت نہیں رکھتی۔ اس کے باوجود ’تذکرہ مولانا محمد نافع‘ ہماری اجازت اور رضامندی کے بغیر ادارہ مظہر التحقیق لاہور سے من وعن شائع کر دیا گیا۔ اس لیے مولانا محمد نافع کا وارث اور بیٹا ہونے کی حیثیت سے میں تذکرہ میں موجود اس طرح کے مندرجات سے اظہارِ براءت اور اعلانِ لاتعلقی کرتا ہوں۔

منجانب: غلام ابوبکر صدیقی بن حضرت مولانا محمد نافع

سیکرٹری مالیات رحماء بینھم ویلفیئر ٹرسٹ، جامعہ محمدی شریف چنیوٹ

0333-9916977 0340-7778650

تبصرہ وتعارف کتب

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

نعتیہ غزلیں اور نظمیں

اَذانِ بلال رضی اللہ عنہ

شاعر: سلطان فریدی

ناشر: السعید اکیڈمی، کوٹھا، ضلع صوابی، خیبر پختونخواہ

زیرِ تبصرہ نعتیہ نظموں اور غزلوں کا مجموعہ جسے ''اذانِ بلال'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ حسنِ اتفاق سے مکتبہ شاملہ کی (5299) ذخیرۂ کتب میں اَذانِ بلال کا تذکرہ (777) مرتبہ ہوا ہے۔ صاحبِ تصنیف کی حضرت بلالؓ سے عقیدت اور ان کی سیرت پر ایک مختصر مضمون اس بات کا غماز ہے کہ وہ بلالی محبت سے لبریز ہیں۔ جیسا کہ انھوں نے ترمذی شریف کی حدیث مبارکہ کے حوالے سے تحریر کیا ہے: ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چودہ نجیب ساتھی عطا کیے گئے تھے ان میں بلالؓ بھی شامل تھے۔'' جن پر عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے بلالؓ کے عنوان سے جو نظم تحریر کی ان میں انہوں (حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا:

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں　　　ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

اس نعتیہ مجموعہ کے انتساب میں انہوں نے ہدیہ عقیدت بحضور سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح پیش کیا۔

مرے اللہ! مری خوب یہ قسمت لکھ دی　　　مری تقدیر میں محبوب کی مدحت لکھ دی

نعتیہ ادب میں یہ کتاب اک حسین اضافہ اور منقبتِ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ دیگر دینی شخصیات پر بھی ان کی نظمیں قابل قدر ہیں۔ دینی کتب خانوں میں ایک حسین اضافہ اور اہل علم ودانش کے لیے گراں قدر اضافہ ہے۔

آج کے ترقی یافتہ اور لبرل معاشروں کو

لبرل ازم کا تحفہ

مختلف وائرس اور لا علاج امراض

دوسرے صفحہ پر زچہ بچہ کے ماہرین کی تحقیق پر مبنی ایک ای میل دی گئی ہے۔اس ای میل سے اتنا واضح ہے کہ شوہر اور بیوی کے باہمی تعلقات میں انسان کی جسمانی ساخت اور عورت کے رحم کو بھی دخل ہے۔اس تحقیق کے مطابق عورت ایک مرد سے تعلق رکھنے کی وجہ سے اُس سے ذہنی مناسبت وجسمانی تعلق پیدا کر لیتی ہے اور اس کا احساس 'رحم' میں بھی ہوتا ہے۔مرد گاہے بگاہے بیوی سے قربت اختیار کرتا ہے تو وہ تعلق پختہ ہوتا ہے اور برقرار رہتا ہے۔اگر کوئی مرد تین ماہ تک اپنی بیوی سے قربت اختیار نہ کرے تو اس عورت کے رحم میں اس 'مرد' سے اپنائیت کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔اسلام میں طلاق کی صورت میں عورت کو تین حیض انتظار کا حکم 'فطری' اور خالق کائنات کی طرف سے ہے جبکہ شوہر کی موت کی صورت میں بعض اضافی نفسیاتی مسائل اور غم کی وجہ سے اس عدت میں اضافہ ہو جاتا ہے جو شرعاً چار ماہ دس دن ہے۔

اس تحقیق کے مطابق اگر کوئی عورت طلاق کے بعد جلد شادی کر لے یا عدت پوری نہ کرے یا کوئی بدکار عورت جو وقتاً فوقتاً شوہر کے علاوہ کسی اور مرد سے بھی تعلقات رکھتی ہو تو اس کے رحم میں بیک وقت کئی 'مردوں' کی شناخت کی زحمت کی وجہ سے مختلف VIRUSES پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ بے تدبیری جتنی زیادہ ہو گی یہ وائرس اتنی کثرت سے ہوں گے۔آج کل کے ترقی یافتہ اور لبرل معاشروں میں زکاء وائرس اور AIDS اس قبیل کی شئے ہیں۔

from: Shahid Siddiqui <shahid.siddiqui@nabiqasim.com>
sent: Tuesday, August 23,2016

Embryologists:

A Muslim woman is the cleanest woman on earth. A woman who is divorced by her husband has to wait (at least) 3 monthly periods and a woman whose husband died has to wait (at least) 4 months and 10 days before they can marry again. If she turns out to be pregnant, then her waiting period lasts until the birth of the child. This has surprised the modern science after discovering of (imprint man water). The liquid imprint of a man contains 62 proteins, and it differs from one man to another, just like our fingerprints. It's like a personal code for each man and a woman's body carries the computer where the code can be put. If a woman marries another man immediately after the divorce, or allows other codes to enter her, it's like viruses entering the computer. This will cause imbalance, and it'll bring dangerous infectious diseases. It has been proven scientifically, during the first menstrual period after divorce, the woman removes 32% to 35% second period 67% to 72% and third period 99.9% of the man's imprint. The womb is cleansed from the previous imprint after 3 menstrual periods, and it'll be ready to receive new imprint without injury or harm therefore the practice of prostitution, or sleeping with more than one man causes dangerous diseases as a result of the mixing of sperm fluid in the womb. The waiting period of a widow need more times to remove this code. Because grief makes the imprint to settle inside the womb in very strong way. That's why Allah A'aza wa jal said (four months and ten days). This period is for the man's water imprint to vanish completely inside the womb of a widow. This fact made an embryologist to carry out investigation into the neighborhood of African Muslims in America. He found out that all women carry their husbands imprint only. Investigation in another neighborhood of non Muslim women shows that they possess multiple men's imprint, from two to three. From that they discovered that Islam is the only religion that guarantees women's immunity and holding of society. Therefore Muslim women are the cleanest on earth.

ماہنامہ **حکمت بالغہ** جھنگ

کی ایک اور خصوصی اشاعت ماہِ نومبر میں منصۂ شہود پر آ رہی ہے

اِنْ شَآءَ اللّٰہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ:

جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کا برطانوی ظالم صہیونی سامراج سے آزادی حاصل کرنے کا خواب علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی شخصیت (شاعری، فکر اور دوقومی نظریہ) کے بغیر شرمندۂ تعبیر ہونا ممکن نہیں تھا۔ مگر ___ اسی محسن شخصیت جو مفکر و مصور پاکستان تھی، کو 1947ء کے بعد آہستہ آہستہ ایسا بھلایا گیا کہ 2016ء میں اقبال علیہ الرحمہ کی علامتی یاد ___ یومِ اقبال کی تعطیل (9/نومبر) کو بھی سرکاری طور پر ختم کر دیا گیا۔

ع آسمان راحق بود گرخوں ببارد برزمین

پاکستان کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہوکر علاقائی اور عالمی سطح پر اپنا ROLE ادا کرنا ہے تو ___ ریاستی، حکومتی، سیاسی، تعلیمی اور نظریاتی سطح پر فکر اقبال علیہ الرحمہ کو ازسر نو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اس بات کا احساس دلانے کے لئے ادارہ

احیائے فکر اقبال نمبر

کے عنوان سے خصوصی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے

اہل قلم، اہل علم اور ملت اسلامیہ کے بہی خواہوں سے قلمی تعاون اور دعاؤں کی درخواست ہے

انجینئر مختار فاروقی مدیر حکمت بالغہ جھنگ